سوال

(80) فی ردوحدۃ الوجود

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فی ردوحدۃ الوجود

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

وقال رحمہ اللہ تعالی فی جواب سوال وردعلیہ فی وحدۃ الوجودوغیرہا-

بسم اللہ الرحمن الرحیم-الحمدللہ اعلم ان جواب ہذا السوال لابدفیہ اولامن معرفۃ حقیقۃ التوحید فاقول قال الحافظ ابن حجرفی فتح الباری شرح صحیح البخاری فی کتاب التوحید قال الجنید فیما حکاہ ابوالقاسم التیمی فی کتاب الحجۃ التوجید مصدر وحدیوحدومعنی وحدت اللہ اعتقدتہ منفردابذاتہ وصفاتہ لانظیرلہ ولاشبیہ وقیل معنی وجدتہ علمتہ واحداوقیل سلبت عنہ الکیفیۃ والکمیۃ فہوواحدفی ذاتہ لاانقسام لہ وفی صفاتہ لاشبیہ لہ وفی الہیتہ وملکہ وتدبیرہ لاشریک لہ ولارب سواہ ولاخالق غیرہ انتہی-اردو مصنفؒ نے سائل کے وحدت الوجودوغیرہ کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایااللہ تعالی جوکہ بڑامہربان نہایت رحم کرنے والاہے، کے نام سے شروع کرتاہوں سب حمدیں اللہ کےلیئے ہیں، جانوکہ اس سوال کے جواب میں سب سے پہلی توحیدکی حقیقت کو پہچان لینا ضروری ہے حافظ ابن حجرؒفتح الباری شرح صیح البخاری کے کتاب التوحیدمیں فرماتے ہیں کہ ابوالقاسم تیمی جنید کا قول کتاب الحجتہ میں نقل کرتے ہیں، التوحید، یہ باب تفصیل کا مصدرہے اوروحدت اللہ کا معنی ہے میں نے اللہ کے ذات وصفات میں یکتاوبیمثل وبے نظیرہونیکااعتقادرکھاگیاہے اس کا معنی میں نے اسے یکتاپایااورجاناہے اور کہاگیا (اس کا معنی ہے) کہ میں نے اس سے کیفیت وکمیت کودورکردیاپس وہ اپنی ذات میں ایک ہے اس کی تقسیم نہیں ہے وہ صفات میں بے مثل ہے اوراس کی یبت بادشاہی اورتدبیرمیں اس کاکوئی شریک نہیں اس کے بغیرنہ کوئی پروردگاراورنہ ہی کوئی خالق ہے

وقال الحافظ ابن حجرفی باب ماجاءفی دعاءالنبی صلی اللہ علیہ وسلم امتہ الی توحیداللہ تعالی المرادبتوحیداللہ تعالی بانہ الہ واحدوہذاالذی یسمیہ بعض غلاۃالصوفیۃ توحیدالعامۃ وقدادعی طائفتان فی تفسیرالتوحیدامرین اخترعوہما احدہما تفسیرالعتزلۃ وقدسمی المعتزلۃ انفسہم اہل العدل والتوحیدوعنوابالتوجیدمااعتقدوہ من نفی الصفات الالہیۃ لاعتقادہم ان اثباتہایستلزم التشبیہ ومن شبہ اللہ تعالی بخلقہ اشرک وہم فی النفی موافقون للجہمیۃ-

ثانیہما غلاۃالصوفیۃ فان اکابرہم لماتکلموافی مسالۃ المحووالفناء وکان مرادہم بذلک المبالغۃ فی الرضاوالتسلیم وتفویض الامربالغ بعضہم حتی ضاہی المرجیۃفی نفی نسبۃ الفعل الی العبدوجدذلک بعضہم الی معذرۃ العصاۃ ثم غلابعضہم فعذرالکفار ثم غلابعضہم فزعم ان المرادبالتوحیداعتقادوحدۃ الوجودوعظم الخطب حتی ساءظن کثیرمن اہل العلم بمتقدمیہم وحاشاہم من ذلک وقدقدمت

كلام شيخ الطائفة الجنيد وهوفى غاية الحسن والايجاز وقد رد عليه بعض من قال بالوحدة المطلقة فقال وبل من غير ولهم فى ذلك كلام طويل ينبواعنه سمع كل من كان على فطرة الاسلام والله المستعان انتهى۔

نمبر ا : ۔ اور حافظ ابن حجر رسولؐ اللہ کی امت کو توحید کی دعوت دینے کے باب میں فرماتے ہیں کہ خدا تعالی کی توحید سے مراد یہ ہے کہ وہ یکتا معبود ہے اسی کو بعض متشدد صوفی عام توحید کا نام دیتے ہیں توحید کی تفسیر میں دو گروہوں نے دونئے امروں کو ایجاد کیا ہے ان سے پہلی تفسیر معتزلہ کی ہے اور معتزلہ نے اپنا نام اہل العدل والتوحید وانصاف و توحید والے۔ رکھا ہے اور وہ توحید سے مراد لیتے ہیں کہ خدا تعالی کی صفات نہیں ہیں، کیونکہ ان کا اعتقاد ہے کہ ان کے ثابت کرنے سے تشبیہ لازم آتی ہے اور جس نے خدا کو مخلوق سے تشبیہ دی اس نے شرک کیا یہ صفات کی نفی کرنے میں جھمیہ فرقہ کے موافق ہیں، دوسرا گروہ متشدد صوفیوں کا ہے، کیونکہ جب ان کے اکابر نے اپنے نفس کو ختم اور مٹا دینے میں کلام کیا ان کی مراد اس سے خدا تعالی کی رضا اپنے نفس کو اس کی طرف سونپ دینے اور تمام امور کو خدا تعالی کی طرف منسوب کرنے میں مبالغہ تھی، بعض نے اتنا مبالغہ کیا کہ وہ کام کو انسان کی طرف منسوب کرتے ہیں، مرجئہ کے مشابہ ہوگئے اور جن کو مبالغہ نے گنہگاروں کو معذور خیال کرنے تک پہنچادیا، پھر بعض نے تو اتنا غلو کیا، کہ کافروں کو بھی معذور قرار دے دیا اور بعض نے اس قدر زیادتی سے کام لیا کہ انہوں نے خیال کیا، کہ توحید سے مراد وحدت الوجود کا اعتقاد ہے اس مسئلہ میں کلام بہت ہوئی حتی کہ بہت سے اہل علم کا اپنے متقدمین کے متعلق براظن ہوگیا حالانکہ وہ تو اس سے بالکل پاک ہیں میں نے صوفیوں کے گروہ کے شیخ جنید کا قول ذکر کردیا ہے وہ نہایت ہی اچھا اور مختصر ہے جو لوگ وحدت الوجود کے قائل ہیں اس میں سے بعض نے ان کی تردید کی ہے اور کہا ہے کیا اس توحید کی اور تعریف نہیں ہے (یعنی ہے اور ان کا کلام اس مسئلہ میں بہت طویل ہے ہر مسلمان کے کان اس کے سننے سے پھٹ جائیں گے، خدا ہی مددگار رہے : ۔

وقال الله تعالى الحمدلله رب العالمين قد قال الله تعالى ان كل من فى السموت والارض الااتى الرحمن عبدا فالعالم ناطقه وجماده وعلوه وسفله ورفيعه ووضيعه كله حادث ومخلوق لله وكلام السائل كله جهل قبيح وكفر صريح فان فيه قسمين من الكفر فالاول كفر مطلق وهى الكلمات الكفرية الصريحة والثانى الكفر المقيد وهى القول بوحدة الوجود ومعناها عند جهال الصونية المتزندقة ان الله عين كل موجود تعالى الله عما يقول الظالمون علوا كبيرا اذكيف يكون الحادث عين القديم قال العلامة الشيبانى من ائمة الحنابلة المتقدمين فى منظومة فى وصف الله تعالى هوالاول المبدى بغير هداية واخرما يبقى مقيما مويدا سميع بصير عالم متكلم قدير يعيد العالمين كما بدااذالكون مخلوق وربى خالق - لقد كان قبل الكون ربا وسيدا - وقال العلامة بن رسلان من ائمة الشافعية فى منظومته فى العقائد - فاقطع يقينا بالفوادواحزم - بحدث العالم بعدالعدم احدثه لالاحتياجه الاله - ولواراد تركه لما ابتداه - فهو لما يريده فعال - وليس فى الخلق له مثال - قدرته لكل مقدور جعل - وعلمه لكل معلوم شمل منفرد بالخلق والتدبير - حل عن الشبيه والنظير - حى مويد قادر علام له البقار السمع والكالم - كلامه كوصفه القديم - لم يحدث المسموع للكليم -

ارشاد آلہی ہے، سب تعریفیں جہانوں کے پروردگار ہی کے لئے ہیں نیز فرمان خدا ہے زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے اسی رحمن کا مطیع و غلام ہو کر آئیگا، پس جہاں کی ہر ایک چیز بولنے والی، جامد، بلند، پست، معزز اور ذلیل حادث (نو پیدا) ہے اور اللہ کی پیدا کردہ ہے سائل کا کلام سارے کا سارا یعنی وحدت الوجود کا عقیدہ رکھنا، قبیح جہالت اور کفر بواح پر مشتمل ہے کیونکہ اس عقیدہ میں کفر کی دو قسمیں ہیں، پہلی کفر مطلق، صریح کلمات کفر والے کفریہ کا نام ہے، دسری : ۔ کفر مقید وحدت کا عقیدہ رکھنا، وحدت الوجود کا معنی، ملحد وجاہل صوفیوں کے نزدیک ہے کہ اللہ تعالی ہر موجود چیز کی ذات ہے، خدا تعالی ان ظالموں کے قول سے بہت بلند ہے (سوچو تو سہی) کہ حادث قدیم چیز کا عین وذات کیسے ہو سکتا ہے، متقدمین حنبلیوں سے علامہ شیبانی نے اپنی نظم میں اللہ تعالی کی صفت بیان کی ہے، پہلا ایجاد کرنے والا (عالم کا) ہے بغیر کسی کی راہنمائی کے اور وہی مہربانی سے آخر ہمیشہ کے لئے مقیم ہے (۲) وہ سننے والا۔ دیکھنے والا۔ عالم اور کلام کرنے والا ہے، قادر ہے جیسے جہاں کو ایجاد کیا ایسے ہی دوبارہ لوٹائے گا (بعث بعد الموت پر قادر ہے) (۳) کیونکہ ہر موجود چیز مخلوق ہے، اور میرا پروردگار خالق ہے وہ تو موجود کے وجود سے بھی قبل پروردگار و آقا تھا۔ ۔ اور شافعیہ کے امام علامہ ابن رسلان اپنی عقائد والی نظلم میں فرماتے ہیں، (۱) جہاں کے نہ ہونے کے بعد پیدا ہونے کے متعلق اپنے دل میں قطعی یقین اور پختگی کرے (۲) خدا تعالی نے اسے اپنی ضرورت کے لئے نہیں پیدا کیا اور اگر خدا تعالی اس حادث کے ترک کا ارادہ کر لیتے تو اس کی ابتدا تک نہ ہوتی، (۳) وہ جو چاہے کرنے والا ہے مخلوق میں اس کی مثال نہیں پائی جاتی (۴) اس کی قدرت نے ہر چیز کو بنایا اور اس کا علم معلوم پر حاوی و محیط ہے (۵) وہ پیدا کرنے والا اور تدبیر میں یکتا ہے، اور مثیل و نظیر سے بلند و برتر ہے (۶) وہ زندہ مدد کرنے والا قدرت رکھنے والا ہے اسی ہی کے لئے ہے باقی دینا اور سننا اور کلام کرنا۔ (۷) اس کا کلام اس کی صفت کی طرح قدیم ہے سنی گئی بات متکلم کو حادث نہیں بنا دیا کرتی : ۔ (نور العین فتاوی شیخ حسین) قال العلامنا عبدالروف المنادى فى شرحه عليها والعالم بفتح اللامه واصله ما يعلم به كالخاتم والغالب غلب عليه فيما يعلم به الصانع وهوماسوى ذاته سبحانه وتعالى وصفاته من الجواهر والاغراض سمى به لانه علم على وجود الصانع بعد العدم اى بعد ان لم يكن لانه

اما اعیان او اعراض لانہ ان قام بذاتہ فعین والا نعرض و کل منہما حادث اما الاعراض فبعضہا یالمشاہدۃ کالحرکۃ بعد السکون والضوء بعد لاظلمۃ و بعضہا بالدلیل وہو طرد العدم کما فی اضداد ذلک لان القدم بنانی العدم واما الاعیان فلا نہا لاتحلوعن الحوادث وان مالایخلوعن الحوادث حادث فثبت ان العالم حادث و کل حادث من الممکنات لابدلہ من محدث اوجدہ من العدم اذا متناع ترجح احد طرفی الممکن بلامرجح ضروری و ذلک المحدث ہواللہ سبحانہ ای الذات الواجب الوجود اذلو کان غیرہ

علامہ عبدالرروف منادی اسپر شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں العالم لام کے فتح کے ساتھ اسکا اصل معنی یہ ہے، کہ وہ چیز جس سے کوئی دوسری معلوم ہو (یعنی معلوم کرانے کا آلہ ہو) جیسے خاتم ختم کا آلہ ہے اور عام طور پر اس کا غلبہ ہوگیا اس چیز پر جس سے کاریگر (اللہ تعالی) کا پتہ چلے اور عالم خدا کے علاوہ ہر ایک چیز ہے اور اسکی صفات بھی خواہ وہ قائم بالذات ہوں یا قائم بالغیر ہوں اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کیونکہ یہ خدا کے وجود پر نشانی ہیں وہ خدا جس نے ان کو عدم سے وجود میں کیا کیوں کے یا تو یہ جوہر ہوں گی یا عرض اگر قائم بالذات ہیں تو عین ورنہ عرض اور جوہر و عرض دونوں حادث ہیں بعض عرضی اشیاء تو مشاھدہ سے حادث ہیں جیسے کہ حرکت، سکون کے بعد، روشنی اندھیرے کے بعد، اور بعض دلیل ان پر عدم کا طاری ہونا ہے جیسے کہ گزشتہ مثالوں کے عکس میں ہے (حرکت کے بعد چیز کا ساکن ہوجانا، پہلے حرکت موجود تھی اب معدوم ہوگئی الخ) کیونکہ قدیم ہونا عدم کے مخالف ہے تو ثابت ہوگیا کہ عالم حادث ہے اور ممکنات میں سے ہر ایک حادث کے لئے پیدا کرنیوالا ہونا ضروری ہے جو اسے عدم سے وجود میں لایا کیونکہ ممکن کی دونوں طرفوں (عدم و وجود) میں سے ایک کو ترجیح بلا مرجح لازما ممتنع ہے اور وہ پیدا کرنے والا واجب الوجود اللہ تعالی ہے

یلزم کونہ من جملۃ العالم وما ہو من جملتہ لایصلح محدثا مما عرفت من انہ بجمیع اجزائہ ممکن و محدث فلو کان بعض اجزائہ محدثا لکلہ للزم کونہ محدثا لنفسہ ایضا فاستنہا انہ لابد للممکنات من واجب وللمحدثات من قدیم قطعا الدور والتسلسل فقد شاع فی الکتاب الالہی الامرشاد الی الاسدلال بالافاق و بالانفس ذواتہا وصفاتہا حدوثہا وامکانہا سنریہم ایاتنا فی الافاق وفی انفسہم والاستکثار من ذلک ربما یفضی الی الیقین ولقد احس بعضہم حیث قال الحق موجود باتقناء ذاتہ ووجودہ وہو واجب الوجود والعالم دلیل علیہ وہو مدلولہ والدلیل علی نوعین العالم الاکبر وہو ہیأۃ صورۃ السموات العلی والمکرت الاعلی الی ماتحت الثری والعالم الاصغر وہو انواع العالم الکلیۃ وہو الصورۃ الانسانیۃ وہی اول علیہ من جمیع الدلائل القاطعۃ والایات الناطقۃ الی ان قال فذاتنا دلیل علی ذاتہ وصفاتنا دلیل علی صفاتہ انتہی-

کیونکہ اگر اس کے بغیر کوئی اور ہو تو لازمی طور پر وہ بھی منجملہ عالم ہوگا اور آپ معلوم کرچکے ہیں کہ جو چیز وعالم ہے وہ پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی کیونکہ وہ چیز اپنے تمام اجزاء کے اعتبار سے محدث و ممکن ہے پس اگر اسکے بعض اجزاء محدث ہیں اسکے کل کے لئے (عالم کے لئے، تو لازما وہ اپنے نفس کا بھی پیدا کرنیوالا ہوگا اور اس صورت میں دور اور تسلسل لازم آتا ہے کیونکہ قطعی طور پر ممکنات کے لئے واجب اور محدثات کے لئے قدیم ہونا ضروری ہے۔ اور کتاب اللہ میں آفاق نفوس اور ان کی صفات حدوث اور امکان سے خدا تعالی پر استدلال کیطرف بہت راہنمائی کی ہے (ارشاد باری ہے) عنقریب ہم ان لوگوں کے نفسوں اور آفاق میں دکھائیں گے اور استدلال زیادہ کرنا انسان کو یقین تک پہنچا دیتا ہے اور تحقیق بعض لوگ نے اس چیز کو پا بھی لیا ہے بعض نے کہا ہے اللہ تعالی اپنے وجود اور ذات کے تقاضا سے موجود ہے اور وہ واجب الوجود ہے اور یہ عالم اس پر دلیل دیتے ہیں اور خدا تعالی مدلول ہے اور دال کی دو اقسام ہیں نمبر ۱ عالم کبیر۔ بلند آسمانوں کی شکل اور ملکوتی جانب سے لیکر نیچے کی انتہاء تک کو کہتے ہیں۔

نمبر ۲ عالم صغیر۔ یہ تمام جہانوں سے عمدہ ہے اور یہ صورت انسانی کا نام ہے اور یہ تمام قطعی دلائل اور آیات ناطقہ سے خدا تعالی کی ذات پر زیادہ دلالت کرتا ہے اسی لئے تو بعض نے یہاں تک کہہ دیا ہے۔ کہ ہمارا وجود خدا کے وجود کی دلیل ہے اور ہماری صفات اس کی صفات پر دال ہے۔

فاذا کان العالم کلہ محدثا فکیف یکون عین الحق سبحانہ وتعالی کما زعمہ غلاۃ الصوفیۃ و معنی وحدۃ الوجود ان العالم لیس موجود ثانیا مستقلا بنفسبل باحداث اللہ تعالی لہ وایجادہ فکیف یکون عین الحق قال الشیخ العلامۃ ابراہیم بن حسن الکورانی الکردی المدفی فی کتابہ قصد لسبیل فی بحث الواجب والیس معنی وحدۃ الوجود ان العالم عین الحق حتی یتوہم من مقالات المحققین انہم خرجوا عن دائرۃ الشرع وانما الرادان العالم لیس موجود ثانیا مستقلا کما تقرر انتہی- والحاصل ان الکلام المدکور فی السوال کلام تبیح وکفر صریح فان لم یکن ہذا کفر فلیس فی الدنیا کفر فان القول بان ماسوی اللہ سبحانہ ہو عین اللہ ہو قول یردہ کل ذی عقل سلیم و دین مستقیم واللہ سبحانہ وتعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم وہو حسبنا ونعم الوکیل نعم المولی و نعم الکفیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا-

جب تمام عالم محدث ہوا تو یہ خدا تعالی کا عین کیسے ہوسکتا ہے جیسے کہ بعض سرکش صوفیوں کا خیال ہے اور معنی وحدت الوجود کا یہ ہے کہ عالم مستقل بنفسہ ایک دوسرا موجود نہیں بلکہ

خدا تعالی کے پیدا اور اختراع کے ساتھ ہے تو پھر عالم خدا کا عین کیسے ٹھہرا علامہ ابرہیم بن حسن کورانی وکردی اور مدنی اپنی کتاب قصد السبیل کی بحث الواجب میں فرماتے ہیں کہ معنی وحدث الوجود کا خدا تعالی کا عین نہیں ہے یہ معنی تسلیم کریں تو بہت سے محققین کی کلاموں سے ان کے شریعت کے دائرہ سے خارج ہونیکا وہم پڑتا ہے تحقیق مراد اس سے یہ ہے کہ عالم کوئی دوسرا مستقل موجود نہیں ہے (جیسے اللہ مستقل موجود ہے) جیسے پہلے ثابت ہوچکا ہے، تو نتیجہ یہ نکلا کہ سوال میں مذکور عقیدہ رکھنا، بہت ہی قبیح اور کفر صریح ہے اگر یہ کفر نہیں تو دنیا میں کفر کی کوئی اور صورت نہیں ہے کیونکہ خدا کے ماسوا کو خدا کا عین کہنا اس کی ہر ایک عقل سلیم والا تردید کرے گا اور دین مستقیم، اور اللہ تعالی ہم سے زیادہ عالم ہے اس کا علم کامل و محکم ہے وہی ہمیں کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز بہترین مددگار اور بہترین ضامن ہے اور گناہ سے پھرنا اور نیکی کی قوت اسی خدائے بلند وبرتر کی مدد سے ہوگی، ہماری آخری پکار رہے کہ تمام حمدین جہانوں کے پروردگار کےلئے ہیں خدا تعالی مخلوق سے بہترین محمد رسول اللہ ﷺ ان کی ال اور ساتھیوں پر بہت بہت رحمت وسلامتی کرے منصف کی دعا ہے کہ اللہ ان کو اور تمام مسلمانوں کو خدا اور رسول کے علوم سے فائدہ عطا کرے

جہان کو بتانا کہ اللہ تعالی ظالم نہیں ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم - الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین ولاعدوان الا علی الظلمین اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الملک الحق المبین واشہد ان سیدنا محمد عبدہ ورسولہ الصادق الامین وعلی الہ وصحابہ اجمعین وعلی التابعین لہم باحسان الی یوم الدین، وبعد فانہ وقع من بعض المعاصرین عفا اللہ عنہم موافقۃ المعتزلۃ الضالین القول بان اللہ سبحانہ وتعالی لوعذب عبادہ المطیعین فربنا وانعم علی العابین والکافرین ایضا فرضا لکان ذلک منہ ظلما تعالی اللہ عزوجل عن ذلک وعما یقول الظالمون علوا کبیرا فانہ سبحانہ وتعالی مالک الامر وکل العالمین ملک یدہ وتحت قھرہ بفعل فیہم مایشاء لایسال عمایفعل وہم یسالون ویفعل مایشاء یعذب من یشاء ویرحم من یشاء والیہ تقباون ویرحم من یشاء ویعذب من یشاء وہو علی کل شی قدیر-

اللہ رحمن ورحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں، سب تعریفیں پروردگار جہان کےلئے ہیں اور آخرت پرہیزگاروں کےلئے ہے اور زیادتی صرف ظالموں پر ہی ہوگی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے وحدہ لاشریک کے بغیر کوئی معبود نہیں ہے حقیقی وروشن بادشاہی اسی کےلئے ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے سچے اور امین رسول ہیں خدا ان پر ان کی آل پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم پر اور ان لوگوں پر جو ان کی اتباع کرنے والے ہیں (نیکی کے ساتھ) تا قیامت رحمتیں نازل فرمائے، حمد وصلوۃ کے بعد عرض ہو کہ بعض معاصرین نے اپنے اقوال میں معتزلہ (گمراہ فرقہ) کی موافقت کی ہے کہ اگر بالفرض اللہ تعالی اپنے تابعدار بندوں کو عذاد دے یہ گنہگاروں پر انعام کرے اور بالفرض کافروں پر بھی تو یہ اللہ تعالی کی طرف سے ظلم ہوگا، اللہ تعالی ان کے قول اور ظالموں کے اقوال اسے بہت بلند وبرتر ہے کیونکہ اللہ سبحانہ، صاحب الحکم ہے سارے جہان اس کے قبضہ قدرت اور غلبہ کے تحت ہیں جو چاہے کرے اس سے کئے ہونے کا سوال نہیں ہوگا ان بندوں سے ہوگا جو چاہے کرے جس کو چاہے عذاب دے جس پر چاہے رحم کرے اور لوگ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے اور جس پر چاہے رحم کرے اور جس کو چاہے عذاب اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

فالبحث فی ہذہ المسالۃ ونسیہ الظلم فیہا انی رب العالمین ممالایلیق بالمومن الصادق فی ایمانہ لانہ بذلک یوقع فی قلوب الغوام الجہال مالایلیق نسبۃ الی رب العالمین ولاشک ان القائل بذلک ماقدر اللہ حق قدرہ ومماتکاد السموت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتجزا الجبال ہذا عانانا اللہ من ذلک وجمیع اخواننا المومنین ورزقنا التسلیم نقا قالہ اللہ عزوجل فی کتابہ الکریم وبماقالتہ رسلہ المکرمین والقیام لہ بمایحب علینا من التسلیم نانہ بیدہ ملکوت کل شی وکل العالمین ملک یدہ وتحت قہرہ وہو علی کل شی قدیر-وقد اتفق علماء الاصول والعقائد واہل السنۃ المحققون علی اسحالۃ وسفہ سبحانہ وتعالی بالظلم کما اخبر بہ عن نفسہ بقولہ تعالی ولایظلم ربک احدا ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ ان اللہ لایظلم الناس شیا قال الامام السبکی فی کتابہ المسمی جمع الجوامع فی لاصول مع شرحہ العلامۃ الخطیب الشربینی الشافعی رحمہم اللہ تعالی اجمعین-

اس مسئلہ میں بحث کرنا، اور ظلم کی نسبت خدا تعالی کی طرف کرنا ایک سچے مومن کیلیئے تو لائق نہیں کیونکہ اس کی وجہ سے عام جاہلوں کے دلوں میں وہ اوھام پڑتے ہیں جن کی نسبت پروردگار علم کی طر کرنا حرام ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اس کے معتقد نے خدا تعالی کی حقیقی قدر نہیں کی اور یہ اعتقاد تو اس قسم کا ہے کہ اس سے آسمانوں کے ٹوٹنے زمین کے پھٹنے اور پہاڑوں کے گر کر ریزہ ریزہ ہوجاینکا اندیشہ ہے خدا تعالی ہمیں اور ہمارے مومن بھائیوں کو اس سے بچائے اور خدا تعالی اپنے قرآن کریم اور معزز رسولوں کے فرامین پر عمل پیرا ہو نیکی توفیق عطا فرمائے کیونکہ ہم پر مان لینا لازم ہے کیونکہ ہر چیز پر تسلط وغلبہ خدا تعالی ہی کا ہے اور تمام جہان اس کے قبضہ قدرت اور غلبہ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، تمام علمائے اصول وعقائد اور محققین اہل سنت کا اسپر اتفاق ہے کہ خدا تعالی کا ظلم کی صفت سے متعرف ہونا ممتنع ہے۔ جیسے خدا تعالی نے خود اپنے متعلق ارشاد فرماتا ہے تیرا

رب کسی پر ظلم نہیں کرتا بیشک اللہ تعالی ایک رائی کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا تحقیق اللہ تعالی لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا امام سبکی اپنی جمع الجوامع فی الاصول میں فرماتے ہیں (جسکی شرح علامہ خطیب شربینی شافعی نے کی ہے

خدا ان پر رحم کرے۔

واعلم انہ یکون ای یوجدما ارادالله وجوده فارادتہ تعالی تابعۃ لعلمہ ہذامذہب اہل الحق وعند المعتزلۃ الارادۃ تابعۃ للامر فقالوان اللہ یریدما امربہ من خیر آوطاعۃ سواء وقع ذلک املا ولایریدمانہی عنہ من شراومعصیۃ سواء وقع ذالک ام لاوتظہرفائدۃ الخلاف فی ایمان ابی جہل فعنداہل السنۃ ایمانہ ماموریہ ولیس مرادالہ تعالی لقولہ تعالی ولوشئنا لاتینا کل نفس ہداہاوکفرہ سنہی عنہ دمرادلہ تعالی لقولہ تعالی یریداللہ ان لایجعل لہم حظافی الاخرۃ وعندالمتزلۃ بالعکس انتہی۔وفیہ ایضامع شرحہ المذکوروثیب اللہ الطایع فضلامنہ کماقالہ اہل السنۃ لاوجوباکماقالہ المعتزلۃ بل لہ سبحانہ وتعالی اثابۃ العاصی وتعذیب المطیع لانہم سلکہ یصرف فیہم کیف یشاء لکنہ لایفعل ذلک لاخبارہ عزوجل باثابۃ المطیع وتعذیباالعاصی انتہی۔

اوریقین کروکہ جس چیز کے وجود کو خدا چاہے وہ ہوجاتی ہے پس خدا کا ارادہ اسکے علم کے تابع ہے یہ تو مذہب ہے اہل حق کا اور معتزلہ کے ہاں اللہ تعالی کا ارادہ اس کے حکم کا تابع وخادم ہے تو وہ کہتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالی جس بھلائی اور اطاعت کا حکم دیتا ہے اسکا ارادہ کرتا ہے خواہ وہ بھلائی وغیرہ واقع ہویا نہ ہواور اللہ تعالی نے جس برائی اور معصیت سے روکا ہے اسکا وہ ارادہ ہی نہیں کرتا خواہ برائی واقعہ ہویانہ ہواور اختلاف کا ثمرہ ابوجہل کے ایمان کی بحث میں حاصل ہوتا ہے اہل سنت کے ہاں اسے ایمان کا حکم دیاگیا ہے لیکن اللہ تعالی کا یہ مقصد ومطلوب نہیں ہے کیونکہ ارشادالہی ہے اوراگر ہم ہر نفس کی ہدایت کوچاہیں توضروراسے ہدایت کردیتے اوراللہ تعالی نے ابوجہل کو کفر سے روکا ہے اوریہ اللہ کی مراد ہے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے اللہ ارادہ کرتا ہے کہ ان کافروں کےلئے آخرت میں کوئی حصہ بھلائی کانہ کرے اور معتزلہ کا مسلک اس کے بالکل برعکس ہے،اوراس سبکی کی مذکورہ کتاب اوراس کی شرح میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی مطیع کوثواب دیگااپنے فضل وکرم کے لحاظ سے اس پر ثواب دینالازم نہیں جیسے معتزلہ کہتے ہیں بلکہ اللہ تعالی اگرنافرمان کوثواب اورتابعدار کوعذاب دے تودے سکتا ہے کیونکہ یہ تمام اسی کے ملک میں ہیں جیسے چاہے ان میں تصرف کرے لیکن اللہ تعالی ایسے کریں گے نہیں کیونکہ انہوں نے خود مطیع کوثواب اورعاصی کو عذاب دینے کی اطلاع فرمائی ہے،

وفیہ ایضامع شرحہ المذکورویستحیل علیہ سبحانہ وتعالی صفۃ الظلم لانہ مالک الامر علی الاطلاق یفعل مایشاء وفذقال تعالی ولایظلم ربک احداوقال تعالی ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ وقال تعالی ان اللہ لایظلم الناس شیاومار بک بظلام للعبیدانتہی۔

وقال شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالی فی منہاج السنۃ فی الجلد الاول فی صفحۃ مائۃ وتسعۃ وعشرین بعدکلام طویل ولکن لوقدران اللہ ان عذب من یشاء لم یکن لاحد منعہ کماقال تعالی فمن یملک من اللہ شیاان ارادان یہلک المسیح ابن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعاوفی الحدیث الذی رواہ ابوداودوغیرہ ان اللہ لوعذب اہل سمواتہ واہل ارضہ لعذبہم وہوغیرظالم لہم ولورحمہم لکلنت رحمۃ خیرلہم من اعمالہم قال والمتحقیق انہ اذاقدرانہ یفعل ذلک فلایفعلہ الابحق وہوغیرظالم انتہی المقصودوقال تلمیدالمحقق ابن القیم فی کتابہ المسنی بالتبیان فی اقسام القران فی صفحۃ تسعۃ وعشرین۔

اوراس مذکورہ کتاب اوراس کی شرح میں ہے کہ اللہ ظلم سے منصف ہونا ممتنع ہے کیونکہ وہ ہرایک امر کا مالک ہے مطلقاجوچاہے کرے فرمایااللہ تعالی نے تیرارب کسی پر بھی ظلم نہیں کرتا نیزفرمایاخداوندکریم نے بیشک اللہ تعالی رائی برابر بھی ظلم نہیں کرے گا اور تحقیق اللہ تعالی نے فرمایابیشک اللہ تعالی لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا اوراے (محمد ﷺ) تیرا پروردگاربندوں پر ظلم کرنیوالا نہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ منہاج اسنتہ ص ۱۲۹ ج ۱ میں کلام طویل کے بعد فرماتے ہیں اور لیکن اگر بالفرض اگراللہ تعالی عذاب دے جن کوچاہے توکسی کو روکنے کی طاقت نہیں جیسے خوداللہ تعالی فرماتے ہیں کون اللہ کے عذاب سے بچانے کا مالک ہے اگروہ عیسی بن مریم ان کی والدہ اورتمام اہل زمین کوہلاک کردے اوراس حدیث میں ہے (جسے امام ابوداوداوراسکے غیر نے روایت کیا ہے) بیشک اللہ تعالی اگرآسمانوں اوردنیا والوں کوعذاب دے تووہ ظالم نہ ہوگا اوراگران تمام پر رحم کرتواسکی رحمت ان کے اعمال سے ان کےلئے زیادہ فائدہ مند ہوگی امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں تحقیق یہ ہے کہ اگرفرض کیاجائے کہ اللہ تعالی یہ کام کرے پھروہ حق کی وجہ سے کرے گااس حال میں کہ وہ ظالم نہ ہوگاختم شداس کا مقصدامام ابن تیمیہ کے شاگردرشید محقق ابن قیم اپنی کتاب البیان فی اقسام القران ص ۲۹ میں فرماتے ہیں،

وقد قال اعلم الخلق باللہ عزوجل صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم لن یدخل احد منکم بعلمہ الجنۃ قالوا ولا انت یارسول اللہ قال ولا انا الاان یتغمدنی فی اللہ برحمۃ منہ وفضل فاخبران دخول الجنۃ برحمۃ اللہ وفضلہ وذلک محض سنتہ علیہ صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم وعلی سائرعبادہ وکما انہ سبحانہ وتعالی المان بارسال رسلہ وبالتوفیق لطاعتہ وبالاعانۃ علیہا فھوالمان باعطاء الجزاء وذلک کلہ محض منتہ وجودہ لاحق لاحد علیہ بحث اذاوفاہ ایاہ لم یکن لہ علیہ منۃ فان کان فی الدنیا بارعدل فھذامنہ فان قیل کیف تقولون ہذا وقد اخبررسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم بان حق العباد علی اللہ اذاوحدوہ ان لایعذبھم وقد اخبر سبحانہ وتعالی وکان حقا علینا نصر المومنین وہذا من اعظم سنتہ علی عبادہ ان جعل علی نفسہ حقا بحکم وعدہ الصادق ان لایعذبھم اذاعبدوہ ودقدوۃ فھذا من تمام منتہ فانہ لوعذب اہل سمواتہ واہل ارضہ لعذبھم وھو غیر ظالم

تحقیق فرمایا ہے تمام دنیا سے اللہ کو زیادہ جاننے والے (محمد ﷺ) نے، اے صحابہ ؓ تم سے ایک بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں ہرگز داخل نہ ہوگا انہوں نے سوال کیا یارسول اللہ آپؐ بھی نہیں داخل ہوں گے فرمایا نہ میں ہاں اگر اللہ تعالی کی رحمت اور اسکا فضل شامل حال ہوگیا (تو داخل ہوجاونگا) پس رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ دخول جنت اللہ کے فضل ورحمت سے ہوگا اور اللہ کا فضل وکرم رسول اللہ اور تمام دنیا پا احسان ہے اور جیسے اللہ تعالی اپنے رسول بھیج کر دنیا کو اپنی اطاعت کی توفیق دیکر اور ان کی اس معاملہ میں مدد کر کے محسن ہے اسی طرح جزاء دینے میں بھی وہ محسن ہے اور یہ محض

اللہ تعالی کی سخاوت اور احسان ہے اس پر کسی کا حق نہیں ہے کیونکہ جب انسان نے اللہ سے وفا کی تو اللہ پر اس کا احسان نہیں بلکہ وہ انسان دنیا میں نیک اور منصف اللہ کی توفیق سے تھا (بل اللہ یمن علیکم ان ہذاکم للایمان) اگر خدا کو یکتا تسلیم کریں تو ان کا اللہ پر یہ حق ہے کہ ان کو عذاب نہ کرے اور خود اللہ تعالی نے فرمایا ہے ہم پر مومنوں کی مدد کرنا واجب ہے تو اسکا جواب یہ ہے اور یہ تو اللہ تعالی کا بندوں سے سب سے بڑا احسان ہوا کہ اس نے اپنے سچے وعدے سے، کہ اگر وہ اسکی توحید بیان کریں اور اسی کی عبادت کریں اپنے پر یہ حق ٹھہرالیا کہ ان کو عذاب نہ دے گا پس یہ تو اس کا کامل احسان ہا کیونکہ اگر وہ اپنے زمین وآسمان

لھم ولکن اقتضت منتہ ان احق علی نفسہ ثواب عابدیہ واجابۃ سائلیہ

ماللعباد علیہ حق داجب کلادلایسعی الیہ ضایع

ان عذبوافبعدلہ او نعموا فبفضلہ فھوالکریم الواسع

کلام ابن القیم فی کتابہ المسمی بالاقسام من اللہ فی القران باقطہ وقال العلامۃ الامام النودی فی شرح مسلم بعدایرادحدیث لن یدخل احدا عملہ الجنۃ الحدیث مالفظہ مذہب اہل السنۃ انہ لایجب علی اللہ شی بل العالم ملکہ والدنیا والاخرۃ تحت سلطانہ یفعل فیھما مایشاء ویحکم مایرید فلوعذاب المطیعین والصالحین اجمعین وادخلھم النار کان ذلک عدلا منہ واذااکرمھم ونعمھم وادخلھم الجنۃ فھو من فضلہ فاذاانعم علی العالمین وادخلھم الجنۃ ففضل منہ سبحانہ وتعالی انتھی۔

<u>وقال الحافظ بن حجر فی فتح الباری فی کتاب الرقاق فی باب القصد بالمداومۃ علی العمل قال ابن</u>

والو ںکو عذاب کرے تو وہ ظالم نہ ہوگا لیکن اس کے احسان نے تقاضا کیا کہ اس نے اپنے پر اپنے عابدین کا ثواب اور سائلین کے سوال کو قبول کرنا ضروری ٹھہرالیا، (۱) بندوں کا اللہ پر حق واجب نہیں ہے، خبردار اور نہیں کوشش کرتا اللہ کی اطاعت میں اپنے عمل کو ضائع کرنے والا (۲) اگر ان کو عذاب دیا جائے تو اسکا انصاف ہوگا یا یہ نعمت دیئے جائیں تو اس کے فضل وکرم کیوجہ سے پس وہی واسع سخی ہے، ابن قیم کا کلام ان کی کتاب البیان فی اقسام القران والا انہی کے الفاظ میں ختم ہوگیا، امام نووی شرح مسلم میں کسی کو اسکا عمل ہرگز داخل نہیں کرے گا (حدیث) نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں ان کے الفاظ یہ ہیں اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ اللہ پر کوئی حق نہیں ہے بلکہ سارا جہان اس کے قبضہ قدرت میں اور دنیا وآخرت اس کے تسلط وغلبہ میں ہے پس اگر وہ مطیع اور صالح لوگوں کو عذاب دے کر آگ میں داخل کردے تو یہ اسکا انصاف ہوگا اور جب ان کی عزت کرے اور نعمت ان کو دے کر جنت میں داخل کردے پس یہ اسکا فضل اور جب گنہگاروں پر انعام کر کے جنت میں داخل کردے پس یہ اسی سبحانہ تعالی کا فضل ہوگا ان کی کلام ختم ہوئی، اور حافظ ابن حجر فتح الباری کے کتاب الرقاق کے باب القصد بالمدادمتہ علی العمل میں فرماتے ہیں ابن جوزی نے فرمایا ہے اللہ تعالی کے اس قول اور یہ جنت وہ ہے

الجوذی یتحصل من مجموع قولہ تعالی وتلک الجنۃ التی ادرثتموہا بما لنتم تعملون-

الاول ان التوفیق للحمل من رحمۃ اللہ ولولا رحمۃ اللہ السابقہ للعبد ماحصل الایمان ولاالطاعۃ التی تحصل بہا النجاۃ-الثانی ان منافع العبدلسیدہ فعملہ مستحق لمولاہ فاذاانعم علیہ بالجزاء فمن فضلہ-الثالث جاء فی بعض الاحادیث ان نفسدخول الجنۃ برحمۃ اللہ عزوجل وافتسّم المنازل والدرجات بالاعمال الرابع ان اعمال الطاعات کانت فی زمن یسیر والثواب لا ینفدفالاتمام الذی لا ینفدفی جزاء ما ینفدبالفضل لابمقابلۃ الاعمال-وقال الکرمانی فی قولہ تعالی ادخلواالجنۃ بماکنتم تعملون لیست الباء للانصاق والمصاحبۃ ای اورثتموہا ملابسۃارمصاحبۃ ارللمقابلۃ نحواشتریت الشاۃ بدرہم وبہذاالاخیر جزم الشیخ جمال الدین بن ہشام فی المغنی وقدسبق الیہ فقال تردالباء للمقابلۃ وہی الداخلۃ

جن کے تم وارث اپنے اعمال کیوجہ سے کیئے گئے ہو (قرآن) کے مجموعے سے چار دلائل حاصل ہوتے ہیں پہلی : ۔ اگر بندے پر خدا کی رحمت پہلے نہ ہوئی ہوتی تو اسے ایمان اور اطاعت نہ حاصل ہوسکتے جن کے ذریعہ سے نجات ہوتی ہے، دوسری : ۔ یبشک غلام کے منافع اپنے آقا کے لئے ہوتے ہیں تو اس کے کام کا مستحق اسکا آقا ہے پس جب آقا غلام کو اس کام پر جزاء دے تو اسکا فضل ہوگا، تیسری : ۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ جنت نفس دخول یہ تو اللہ کی رحمت سے ہوگا اور درجات ومراتب کی اقسام اعمال کے لحاظ سے ہوں گی، چوتھی : ۔ یبشک اطاعت کے کام بہت تھوڑے زمانہ میں ہوتے ہیں اور ثواب تو ختم ہی نہ ہوگا پس ختم ہونے والی چیز کی جزاء پر نہ ختم ہونے والی چیز کا انعام کرنا خدا کے فضل سے ہوگا اعمال کے مقابلہ کیوجہ سے نہ ہوگا، اور کرمانی فرماتے ہیں اللہ تعالی کے قول، داخل ہوجاو جنت کے اس حال میں اپنے اعمال کے سبب میں بآء الصاق اور مصاحبت کے لئے نہیں ہے تو اس وقت معنی یہ ہوگا داخل ہوجاو تم وارث بنائے گئے جنت کے اس حال میں کہ وہ جنت ساتھی بننے والی اور تمہارے ساتھ ملنے والی ہے (اور یہ معنی غیر درست ہے) اس طرح یہ بامقابلہ کے لئے بھی نہ ہوگا، مثال میں نے بکری کو دراہم کے مقابلہ میں خریدا اس آخری

علی الاعراض کاشتریتہ بالف دمنہ ادخلواالجنۃ بماکنتم تعلمون وانما لم تقدر للسببیۃ کماقالت المعتزلۃ وکما قال الجمیع فی لن یدخل احدالجنۃ بعملہ لان المعطی قدیعطی مجانا بخلاف المسبب فلایوجدبدون السبلب قال وعلی ہذا ینتفی التعارض بین الحدیث والایۃ-وسبقہ الی ذلک ابن القیم فی مفتاح دارالسعادۃ فقال الباء المقتضیۃ للدخول غیر الباء التی نفی معہا الدخول فالمقتضیۃ ہی باء السببیۃ الدالۃ علی ان الاعمال سبب للدخول مقضیۃ لہ کاقتضاء سائر الاعمال لمسیاتہا والباء التی نفی بہا الدخول ہی باء المعاوضۃ والمقابلۃ التی فی نحو قولہم اشتریت ہذا بہذا فاخبر النبی صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم ان دخول الجنۃ لیس فی مقابلۃ عمل احد وانہ لولاتغمد اللہ سجانہ وتعالی العبد برحمتہ لما ادخلہ الجنۃ فلیس عمل العبدوان تناہا موجبا بمجردۃ لدخول الجنۃ ولاعوضا لہا فان اعمالہ وان وقت

معنی کے ساتھ جزم کیا ہے شیخ جمال الدین ہشام نے المغنی میں اور وہ کرمانی سے سبقت لے گئے ہیں فرماتے ہیں باء مقابلہ کے لئے بھی وارد ہوتی ہے مقابلہ والی کی تعریف یہ ہے جو عوضوں پر داخل ہو۔ مثال میں نے اس چیز کو ہزار کے بدلہ وعوض میں خریدا اور ادخلوا الجنۃ بما کمتم تعملون (البدنیہ) والی باء بھی اس قسم سے ہے اور باء یہاں سببت کا معنی ہرگز نہیں دیتی جیسے کہ معتزلہ نے کہا اور کہ تمام علماء کا کہنا ہے لن یدخل الجنۃ احد بعلمہ (الحدیث) والی باء کے متعلق کیونکہ دینے والا کبھی کبھی بغیر عوض اور بدلہ کے بھی دیتا ہے بخلاف مسبب کے وہ سبب کے بغیر نہیں پایا جاتا شیخ صاحب فرماتے ہیں اس صورت میں آیت تِلْكَ الْجَنَّةُ اور حدیث (لن یدخل) میں تعارض ہے وہ ختم ہوجاتا ہے (یعنی حدیث والی سبب کا معنی دیتی ہے اور قرآن کریم والی باء مقابلہ کا معنی دیتی ہے شیخ صاحب سے حافظ ابن قیم سبقت لے گئے اس بارے میں تو حافظ صاحب اپنی کتاب مفتاح دارالسعادۃ میں فرماتے ہیں جو باء دخول جنت کا تقاضا کرتی ہے یہ اس باء کے مخالف ہے جو دخول جنت کے نفی کے مقام کے ساتھ آئی ہے دخول جنت کے مقام والی باء سببتیت کے لئے ہے، آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اعمال دخول جنت کا سبب اور اس کے متقضی ہیں جیسے تمام اعمال اپنے مسیات کو چاہتے ہیں اور وہ باء جس سے دخول جنت کی نفی کی گئی ہے عوض اور مقابلہ والی ہے جیسے اس قول میں ہے خریدا میں نے اس کو اس کے عوض وبدلہ میں، پس رسول کریمؐ نے فرمایا کہ دخول جنت کس کے اعمال کے

منہ علی الوجہ المرضی الذی یحبہ اللہ ویرضاہ فہی لاتقادم نعمۃ اللہ التی انعم بہا علیہ فی دارالدنیا ولاتعادلہا بل لو حاسبہ اودقعت اعمالہ کلہا فی مقابلۃ الیسیر من نعمہ وتبقی بقیۃ النعم مقتضیۃ لشکرہ فلوعذبہ فی ہذہ الحالۃ لعذبہ وہو غیر ظالم لہ ولورحمہ لکانت رحمتہ خیرالہ من عملہ کما فی السنن من حدیث زید بن ثابت وحذیفۃ وغیرہما مرفوعا الی النبی صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم انہ قال ان اللہ لوعذب اہل سماواتہ واہل ارضہ لعذبہم وہو غیر ظالم ولورحمہم لکانت رحمتہ خیرالہم من اعمالہم قال وہذا فصل الخطاب بین المرجئۃ الذین انکرواان تکون الاعمال سببا فی دخول الجنۃ من کل وجہ وبین الحدریۃ الذین یزعمون ان الجنۃ عوض عن الاعمال والحدیث یبطل دعوی الطائفتین واللہ اعلم انتہی-

مقابلہ میں نہیں ہے اوراس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اللہ تعالی کی رحمت بندے کے شامل حال نہ ہو تو اللہ اسے جنت میں داخل نہیں کرے گا پس صرف بندے کا عمل اگرچہ وہ انتہائی کیوں نہ ہو دخول جنت کو واجب نہیں کرتا، اور نہ ہی جنت کا یہ بدلہ ہے کیونکہ بندے کے اعمال اللہ کے پسندیدہ طریقے پر واقع ہوں پھر بھی اللہ تعالی کی اس نعمت کی قیمت اور اس کے برابر نہیں ہوسکتے جو اس نے دنیا میں بندے پر کی ہے بلکہ اگر خدا اس کا حساب کرے تو انسان کے تمام اعمال اللہ کی معمولی سی نعمت کے مقابلہ میں ہوں گے اور اسکے دوسری باقی نعمتیں اللہ کے شکر کےلئے منتقضی ہیں اگر اللہ اس حالت میں بندے کو عذاب کرے تو وہ اس کےلئے ظالم نہ ہوگا اور اگر اس پر رحم کرے تو اسکی رحمت بندے کے اعمال سے بہتر ہوگی، روایت ہے زید بن ثابت اور حذیفہ اور ان کے علاوہ سے مرفوعا طرف نبی ﷺ کی بیشک آپؐ نے فرمایا بیشک اللہ تعالی اگر عذاب کرے آسمان والوں اور زمین والوں کو البتہ عذاب دئے ان کو اور وہ نہیں ظلم کرنے والے اور اگر رحمت کرے ان پر البتہ ہوگی اس کی رحمت بہتر ان کےلئے ان کے اعمال سے حافظ ابن حجر صاحب فرماتے ہیں یہ مطلب قول فیصل ہے مرجئہ کے درمیان جن کا انکار ہے کہ اعمال کسی طریق سے بھی دخول جنت کا سبب نہیں اور حدریہ فرقہ کے درمیان جنکا زعم ہے کہ جنت بدلہ ہے اعمال کا اور حدیث ان دونوں گروہوں کے دعوی کو باطل کرتی ہے اور خدا ہم سے زیادہ عالم ہے

مانقلہ الحافظ فی فتح الباری وعن ابن القیم رحمہ اللہ بلفظہ مرتضیالہ وقال الحافظ فی فتح الباری ایضا وجوز الکرمانی ان یکون المراد ان الدخول لیس بالعمل والادخال المستفاد من الارث بالعمل وہذا ان مشی فی الجواب فی قولہ تعالی اورثتموہا بما کنتم تعلمون لایتمشی فی الجواب بین الایۃ والحدیث وعندی ان فی الحدیث جوابش اخر وہو ان یحمل الحدیث علی ان العمزمن حیث ہو عمل لایستفید فیہ العامل دخول الجنۃ مالم یکن مقبولافاذا کان کذلک فامر القبول الی اللہ سبحانہ وتعالی وانما یحصل برحمۃ اللہ تعالی لمن یقبل منہ فعلی ہذا فمعنی قولہ تعالی ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعلمون ای تعلمونہ من العمل المقبول ولایضر بعد ذلک ان یکون الباء للمصاحبۃ اوللمقابلۃ اوللالصاق ولایلزم من ذلک ان یکون سببیۃ ثم رایت النووی جزم بان ظاہر الایات ان دخول الجنۃ بسبب الاعمال والجمع بینہا وبین الحدیث بان التوفیق للاعمال-

حافظ صاحب نے جو کلام نقل کی ہے فتح الباری میں حافظ ابن قیم اور دیگر علماء سے وہ ختم ہوگئی یہی پسندیدہ ہے حافظ صاحب کا فتح الباری میں نیز فرماتے ہیں اور کرمانی نے جائز کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ ک خول جنت عمل کی وجہ سے نہیں ہے اور جنت میں داخل کرنا یہ عمل کے ساتھ وارث ہونے سے فائدہ حاصل کیا گیا ہے اور یہ جواب اگرچہ اللہ تعالی کے قول اور اُورِثْتُمُوہَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (قرآن) میں چل جاتا ہے لیکن آیت اور حدیث کے درمیان مطابق پیدا کرنے کےلئے نہیں چلیگا اور میرے نزدیک حدیث کا ایک اور جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ عمل میں حیث العمل ہو نیکی وجہ سے عامل اس سے جنت میں داخل ہو نیکا فائدہ نہیں حاصل ہوسکتا جب تک وہ عمل قبول نہ ہو پس جب معاملہ ایسے ہوگا تو قبول والا کام اللہ کے سپرد ہے اور بیشک جنت حاصل ہوگی اللہ کی رحمت کے ساتھ اس انسان کےلئے جس کا عمل قبول ہوا پس اس صورت پر فرمان خدا ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ۔ کہ جو تم مقبول اعمال کرتے تھے اور اس کے بعد باء مصاحبت، مقابلہ یا الصاق کےلئے بنانا کوئی تکلیف نہ دیگا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ باء سببیت کےلئے ہے پھر میں امام نووی کو دیکھتا ہوں انہوں نے جزم کیا ہے کہ بیشک ظاہر آیات کا مطلب یہ ہے کہ دخول جنت اعمال کے سبب ہے اور دونوں آیت اور حدیث کے درمیان تطبیق ایسے ہے کہ بیشک اعمال

والعبادۃ وقبولہا انما ہو بفضل اللہ ورحمتہ فیصح انہ لم یدخل بجرد العمل وہو مراد الحدیث ویصح انہ دخل الجنۃ بسبب العمل وہو من رحمۃ اللہ ورد الکرمانی الاخیر بانہ خلاف صریح الحدیث وقال المازری ذہب اہل السنۃ الی ان اثابۃ اللہ فمن اطاعہ بفضل اللہ وکذلک انتقامہ ممن عصاہ بعدل منہ ولایثبت واحد منہما الا بالسمع ولہ سبحانہ وتعالی ان یعذب المطیع وینعم العاصی ولکنہ اخبرلانہ لایفعل ذلک وخبرہ صدق لاخلف فیہ وہذا الحدیث یرد مقالتہم ویرد علی المعتیزلۃ حیث اوجبوا اعواض الاعمال ولہم فی ذلک ضبط کثیر وتفصیل طویل انتہی کلام الحافظ بن حجر فی الفتح بلفظہ - وقال الحافظ ایضا فی کتاب التوحید باب فی المشیۃ والارادۃ بعد ذکر الایات القرانیہ الدالۃ علی اثبات المشیۃ للہ عزوجل وان اللہ سبحانہ وتعالی یفعل مایشاء وقال وحرف المتزلۃ المسائتہ وقاسوا فعل الخالق علی

اور عبادت کی توفیق اور ان کا قبول کرنا سوائے اس کے نہیں یہ اللہ کے فضل اور رحمت سے ہوگا پس صیح ہوجایگا خالی اءوعمال سے جنت میں دخول نہیں ہے اور یہی مطلب حدیث کا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ عمل دخول جنت کا سبب ہو اور یہ اللہ کی رحمت سے ہوگا اور کرمانی نے نووی کے آخری معنی کی تردید کی ہے وہ صریح حدیث کے خلاف ہے مازری کہتے ہیں اہل سنت اس طرف گئے ہیں کہ بیشک اللہ کا اپنے مطیع کو ثواب دینا اس کے فضل سے ہے اور اسطرح اللہ تعالی کا گہنگار سے انتقام لینا اس کا انصاف ہے اور ثواب وانتقام میں سے کوئی ایک چیز بھی شارع علیہ االسلام سے سننے کے بغیر نہیں ثابت ہوتی اور اللہ کےلئے حق ہے کہ وہ مطیع کو عذاب دیدے اور عاصی کو نعمت دے دے اور لیکن اس نے خود خبر دیدی کہ وہ ایسے نہ کریگا اور اللہ کا خبر دینا سچا اس میں خلاف ہونا نہیں ہے اور کہ حدیث اہل سنت اور معتزلہ کی تردید کرتی ہے جبکہ معتزلہ نے اعمال کا بدلہ واجب ٹھہرایا اور ان لوگوں

نے اس بحث میں ٹاواں ٹویاں ماری ہیں اوراس کی تفصیل بہت طویل ہے حافظ صاحب کا حکدم فتح الباری میں انہی کے الفاظ میں ختم ہوا حافظ ابن حجر نیز کتاب التوحید باب فی المشیئۃ والارادۃ میں خدا تعالی کے چلنے اور جو چاہے کرسکتا ہے پر آیات قرآنیہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں اور معتزلہ نے مسئلہ کی تعریف کر کے خالق کے فعل پر قیاس کہا ہے کیونکہ اگر مخلوق اپنے مطیعوں کو عذاب دیدے تو وہ ضرور ظالم ہوگا کیونکہ

المخلوق فان المخلوق لوعاقب من یطیعہ من اتباعہ فکان ظالما لکونہم لیس ملکہ حقیقۃ والخالق سبحانہ وتعالی لوعذب من یطیعہ لم یکن ظالما لان الجمیع ملکہ یفعل مایشاء لایسئال عما یفعل وفی ذلک ولالۃ علی ان الامور کلھا موقوفۃ بمشیۃ اللہ عزوجل وارادتہ۔قال الراغب ویدل علی ان الامور متعلقۃ بمشیۃ اللہ عزوجل ومرقوفۃ علیھا مااجتمع الناس علی تعلیق الاستثناء فی جمیع الافعال وقد اخرج ابو نعیم فی الحلیۃ من طریق بن اخی الزہری عنہ قال کان عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ یامر بروایۃ قصیدۃ لبید التی یقول فیھا

ان تقوی ربنا خیر نفل وباذن اللہ ریثی و عجل

احمد اللہ فلاندل بیدیہ الخیر ماشاء نعل

من ہداہ سبل الخیر اہتدی ناعم البال ومن شاء اضل

والخلاف بین اہل السنۃ والمعتزلۃ ان الارادۃ تابعہ للعلم وعندہم الارادۃ تابعۃ للامر ویدلاہل السنۃ قولہ تعالی یرید اللہ ان لایجعل لہم حظا فی الاخرۃ انتہی المقصود

وہ اس کا ملک حقیقی نہیں ہے اور خالق سبحانہ وتعالی اگر اپنے مطیع کو عذاب دے تو وہ ظالم نہ ہوگا کیونکہ تمااس کے قبضہ ملک میں ہے جو چاہے کرے اس سے کام کا سوال نہ ہوگا اور اس میں دلیل ہے اس پر کہ تمام کام اللہ کی مشیت اور ارادہ پر موقوف ہے راغب کہتے ہیں اور دلالت کرتی ہے یہ بات اس پر کہ تمام کا معلق ہیں خدا کی مشیت کے ساتھ اور موقوف ہیں اس پر جیسے کہ لوگوں کا اجتماع ہے اس پر کہ تمام افعال اشتشناء پر معلق ہیں (ان شاءاللہ پر) ابو نعیم نے الحلیہ میں ابن اخی زہری کے طریق سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ بن خطاب لبید شاعر کے اس قصیدہ کو روایت کرنیکا حکم دیا کرتے تھے جس میں لبید نے مبدرجہ ذیل اشعار کہے ہیں (۱) یشک اللہ کا ڈر بہتر عطیہ ہے اوراللہ کے حکم سے ہے میرا دیر کرنا اور جلدی کرنا : (۲) میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں پس نہیں ہم فخر کرتے اسی کے ہاتھ میں بھلائی اور جو وہ چاہے کرے (۳) جس کو بھلائی کے راستوں کی طرف راہنمائی کردے تو وہ ہدایت پالیگا اور اچھے حال ہوگا اور جس کو وہ چاہے گمراہ کردے ، معتزلہ اور اہل سنت کے درمیان اختلاف یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک اللہ کا ارادہ علم کے تابع ہے ، لیکن معتزلہ کے ہاں تابع نہیں ، اوراہل سنت کی تائید اللہ تعالی

من عباقۃ فتح الباری وفیہ کلام طویل فانظرہ ان اردتہ ویؤید ذلک مااخرجہ الاماما احمد ولبوداود وابن ماجۃ من حدیث ابن الدیلمی انہ قال وقع فی نفسی شی من القدر فخشیت ان یفسد علی دینی وامری فاتیت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ فقلت یا ابا المنذر وقع فی نفسی شی من القدر فخشیت ان یفسد علی دینی وامری فاخبرنی بشی من ذلک لعل اللہ ان یذہبہ عنی لو ان اللہ عذب اہل سموتہ واہل ارضہ لعذبہم وہو غیر ظالم لہم ولورحمہم لکانت رحمتہ خیر لہم من اعمالہم ولوکان ذلک مثل جبل احد ذہبا او مثل احد ذہبا تنفقہ فی سبیل اللہ ماقبلہ اللہ منک حتی تومن بالقدر فتعلم ان مآ اخطاء لم یکن لیصیبک وما اصابک لم یکن لیخطئک وانک لومت علی غیر ہذا دخلت النار ولاعلیک ان تاتی اخی عبد اللہ ابن مسعود فتسأله عن ذلک فاتیت عبداللہ ابن مسعود فذکر مثل ماقال ابی بن کعب وقال فلاعلیک ان تاتی حذفۃ فتسأله

کے اس قول سے بھی ہوتی ہے اللہ تعالی ارادہ کرتا ہے اور آخرت میں ان کے لئے کوئی حصہ نہ کرے ،فتح کی عبارت سے مقصود ختم ، اوراس میں کلام بہت طویل ہے اگر آپ چاہیں تو فتح الباری کو دیکھ لو، امام احمد امام ابعداوداورابن ماجہ جوابن دیلمی کی حدیث لاتے ہیں وہ بھی اسی کی تائید کرتی ہے (حدیث یہ ہے) ابن دیلمی کہتے ہیں میرے دل میں تقدیر کے متعلق کوئی شبہ پیدا ہوا جس سے مجھے یہ خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں میرا دین اور میرا معاملہ اسلام والا خراب نہ ہوجائے پس میں ابن بن کعب کے پاس گیا میں نے کہا اے ابامنذر میرے دل میں تقدیر کے متعلق کوئی شبہ ہے میں ڈرتا ہوں کہ وہ میرے دین اور میرے طریق اسلام کو خراب نہ کردے پس اس لئے تقدیر کے متعلق کچھ خبر دو شاید کہ اللہ مجھ سے یہ شبہ دور کردے پس اس نے کہا اگر اللہ تعالی زمین وآسمان کے اہل کو عذاب دے تو اس کا حق ہے دے سکتا ہے اور وہ ظالم نہ ہوگا ، اوراگر رحمت کرے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے افضل ہے اوراگر تیرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو جیسے تو اللہ کی راہ میں خرچ کردے اللہ تجھ سے قبول نہیں کرے گا جب تک تیرا تقدیر پر ایمان نہ ہوگا اور تو نہ جان لے کہ جو مصیبت تجھے

نہیں پہنچی وہ تجھے پہنچنے والی ہی نہ تھی اور جو تجھے پہنچ گئی وہ تجھ سے خطا نہیں کر سکتی تھی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر تو اس اعتقاد وایمان کے بغیر مرگیا تو آگ میں داخل

عن ذلک حذیفۃ فذلک مثل ماقالا وقال فلاعلیک ان تاتی زید بن ثابت فاتیتہ فقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لو ان اللہ عذب اہل سمواتہ واہل ارضہ لعذبہم وہو غیر ظالم ولو رحمہم لکانت رحمتہ خیرالہم من اعمالہم ولو کان مثل جبل احد ذہبا او مثل احد ذہبا تنفقۃ فی سبیل اللہ ماقبلہ اللہ منک حتی تومن بالقدر فتعلم ان مااصابک لم یکن لیخطئک وما اخطاک لم یکن لیصیبک وانک ان مت علی غیر ہذا دخلت النار-قال العلامۃ علی القری فی شرح المشکوۃ فصار الحدیث مرفوعا من طریق زید بن ثابت وقال ایضا قولہ ای قول ابن الذیلمی وقع نفسی شی من القدر ای حزارۃ واضطراب عظیم من جہۃ ان القضاء والقدر باعتبار العقل لا بموجب المنقل

ہوگا اور آپ کے لئے کوئی عار نہیں کہ آپ میرے بھائی عبداللہ بن مسعود کے پاس جاکر اس کے متعلق دریافت کریں پس میں عبداللہ بن مسعود کے پاس آیا اس نے بھی وہی ذکر کیا جو ابی بن کعب نے کہا تھا اور اس نے کہا آپ کے لئے کوئی ڈر نہیں کہ آپ حذیفہ کے پاس جاکر اس کے متعلق سوال کریں اس نے بھی ان دونوں کی طرح ذکر کیا اور اس نے کہا آپ پر کوئی تنگی نہیں کہ آپ زید بن ثابت کے پاس جائیں میں اس کے پاس آیا پس اس نے کہا سنا میں نے رسول ﷺ سے فرماتے تھے اگر اللہ تعالی زمین وآسمان والوں کو عذاب کرے تو ان کو عذاب کرے گا اور ظالم نہ ہوگا اور اگر رحم کرے تو اس کی رحمت ان کے لئے ان کے اعمال سے بہتر ہوگی اور اگر تیرے لئے احد پہاڑ جتنا سونا ہو جسے تو اللہ کی راہ میں خرچ کردے اللہ تعالی تجھ سے قبول نہیں کرے گا جب تک کہ تقدیر پر ایمان نہ لائے گا پس جان لے تو جو مصیبت تجھے نہیں پہنچی وہ تجھے پہنچنے والی ہی نہ تھی اور جو تجھے پہنچ گئی وہ تجھ سے خطا نہیں کر سکتی تھی اور اسمیں کوئی شک نہیں اور اگر تو اس پر ایمان لانے کے علاوہ مرگیا تو آگ میں داخل ہوگا، علامہ ملا علی قاری مشکوۃ کی شرح میں فرماتے ہیں پس ہوگئی حدیث مرفوع زید بن ثابت کے طریقے سے اور قاری نے یہ بھی کہا ہے کہ ابن دیلمی کا قول، وقع فی نفسی شی من القدر کا معنی ہے میرے دل میں حرکت اور بڑا اضطراب واقع ہوگیا قضاء قدر کے متعلق عقل کے اعتبار سے یہ شبہ تھا نقل کے اعتبار سے نہ تھا اور حافظ ابن

وقال ابن حجر ای من بعض شبہ القدر التی ربما تجر الشخص الی الشرک فیہ کاعتقاد ان الانسان یخلق فعل نفسہ کما قالہ المعتزلۃ وانہ مجبر علی الفعل کما قالہ الجبریۃ فکیف یعذب وانا ارید الخلاص من ہذا البحث فحدثنی بحدیث عن النبی صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم لَعَل اللہ ان یذہبہ عن قلبی ای رجاء ان یزیل ذلک عنی وقال اولا فی نفسی وثانیا عن قلبی اشعارا بان ذلک تمکن منہ واخذ بمجامعہ وذاتہ ولذا قال الطیبی والاظہر ان الحزارۃ عن الخطرات النفسیۃ والثبات والاطمینان من الصفات القلبیۃ-فقال لہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ متحریا غایۃ البیان الشافی ونہایۃ الارشاد الوانی لو ان اللہ سجانہ وتعالی فرضا عذب اہل سموتہ ای الملئکۃ المقربین اہل ارضہ ای الانبیاء والمرسلین لعذبہم وہو غیر ظالم لہم الحدیث قال الطیبی وفی سوال ابن الدیلمی من الصحابۃ رضی اللہ عنہم واحدا بعد واحد واتفاقہم فی

حجر فرماتے ہیں کہ تقدیر کے متعلق شبہات میں سے کوئی شبہ، وہ شبہات کہ اکثر دفعہ انسان کو اس میں شرک کی تعریف تک کھینچ لاتے ہیں جیسے یہ اعتقاد کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے جیسے کہ معتزلہ نے کہا ہے اور یہ شبہ کے بیشک انسان کام پر مجبور ہے جیسے کہ جبریہ فرقہ نے کہا، پس اس وقت اسے کیسے عذاب دیا جائیگا اور میں اس بحث سے نکلنے کا ارادہ کرتا ہوں پس اس لئے آپ مجھے کوئی حدیث نبویؐ بتائیں شاید کے اللہ تعالی اسے میرے نفس سے دور کردے، یعنی اس امید پر کہ اللہ اسے مجھ سے دور کردے ابن دیلمی نے پہلے فی نفس (میری جان میں) اور دوسری دفعہ عن قلبی (میرے دل سے) کے لفظ یہ معلوم کرانے کے لئے کہے کہ بیشک یہ شبہ اس سے پختہ ہوگیا ہے اور اس کے دل کے تمام گوشوں کو اس نے پکڑلیا ہے اور اس کی ذات میں داخل ہوگیا ہے اور اسطرح طیبی نے معنی کئے ہیں اور اظہر بات یہ ہے کہ اس کے نفس خطرات سے حرکت واضطراب پیدا ہوا اور دل کی صفت ثبات وطمینان تھی ابی ابن کعب نے اسے انتہائی شافی بیان کو تلاش کرتے ہوئے اور انتہائی راہنمائی کرکے جواب دیا کہ اگر بیشک اللہ سجانہ وتعالی بالفرض آسمان والوں مقرب فرشتے اور زمین والوں انبیاء ورسل کو عذاب دے تو ان کو عذاب دیگا اور وہ ظالم نہ ہوگا، الحدیث، طیبی نے کہا ہے کہ ابن دیلمی کے صحابہ میں سے ایک کے بعد دوسرے سے پوچھنے میں اور ان کے جواب میں متعلق ہونے میں بغیر کسی تغیر کے اور پھر آخری

الجواب من غیر تغییر ثم انتہاء الجواب الی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم دلیل علی الاجماع المستند الی النص فمن خالف فی ذلک فقد عاند الحق وقولہ ولو عذبہم لعذبہم وہو غیر ظالم لہم الواو فیہ للحال ای لانہ متصرف فی ملکہ وملکہ فعذابہ عدل وثوابہ فضل-وفیہ ارشاد عظیم وبیان شان لازالۃ ماطلبہ منہ لانہ یہدم قاعدۃ الحسن والقبح العقلیین لانہ مالک الجمیع فلہ ان یتصرف کیف یشاء ولاظلم وفیہ اشکال واجیب عنہ بان لو الشرطیۃ غیر لازمۃ الوقوع وفیہ دلیل الی ان الامور الکائنۃ کلہا منہ سجانہ وتعالی خیرہا وشرہا حلوہا ومرہا لفعلہا وذرہا تلیلہا وکثیرہا

کبیرہا وصغیرہا کلہا بقضاء اللہ سبحانہ وتعالی وارادتہ واسرہ وانہ لیس للعبد فیہا الا الکسب ومباشرۃ الفعل والمراد ہنا کمال الایمان وسلب القبول مع فقد یوذن بان المبتدعۃ لاتقبل اعمالہم ای لایثابون علیہا ماداموا علی بدعتہم ویویدہ حدیث ابی اللہ ان یقبل عمل صاحب بدعۃ حتی یتوب وفیہ بان المبتدعۃ لیسوا من المتقین لقولہ تعالی انما یتقبل اللہ من المتقین وانہ لایحبہم فان اللہ

حدیث رسول اللہ ﷺ سے ہونے میں دلیل ہے کہ اس کے حدیث ہونے پر اجماع ہے پس جو اس میں خلاف کرے گا اس نے حق سے سرکشی کی اور حدیث کے یہ الفاظ **لوعذبہم لعذبہم وہو ظالم** میں واو حالیہ ہے معنی یہ ہوگا کیونکہ وہ اپنے ملک اور بادشاہی میں تصرف کرنیوالا ہے پس اس لئے اسکا عذاب عدل ہوا اور ثواب دینا فضل ٹھہرا اور اس جواب میں بڑی رہنمائی ہے اور بیان شافی ہے اس کی طلب کی گئی چیز کے ازالہ کےلئے کیونکہ یہ جواب عقلی حسن وقبح کے قاعدے کو گرا دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالی ہر ایک کا مالک ہے پس اس میں اس کا حق ہے، جیسے چاہے تصرف کرے اور ظلم نہ ہوگا اور اس میں ایک اشکال ہے اور اس کا جواب دیا گیا ہے کہ لو شرطیہ چیز کے وقوع کو لازم نہیں ہے اور اسمیں دلیل ہے اس بات کی طرف کہ یشک تمام ممکنات امور اللہ تعالی کی طرف سے ہیں خواہ بہتر ہوں یا برے ہوں شیریں ہوں کڑوے ہوں، نفع مند ہوں ان کی تکلیف کم یا زیادہ ہو اور خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں تمام اللہ سبحانہ کی قضاء قدر سے ہوئے ہیں اور بیشک اللہ ہی کےلئے ارادہ اور حکم ہے بندے کا تو کمانا اور فعل کو ملنا ہے اور یہاں مراد پورا ایمان ہے اور اسکی تائید یہ حدیث کرتی ہے خدا تعالی بدعتی کے قبول عمل سے انکار کرتے ہیں حتی کہ وہ اپنی بدعت سے توبہ نہ کرلے اور اس میں اس بات کو معلوم

یحب المتقین انتہی کلام العلامۃ علی القاری فی شرح المشکوۃ بلفظہ -وقال العلامۃ ابوالحسن السندی فی حاشیتہ علی سنن ابن ماجۃ وقال الطیبی وفی الحدیث ارشاد عظیم وبیان شاف لازالۃ ماطلبہ منہ لانہ یقدم بہ قاعدۃ الحسن والقبح العقلیین وبین فیہ بانہ تعالی مالک الملک فلہ ان یتصرف فی ملکہ کیف یشاء ولا یتصور منہ ظلم لان حقیقۃ الظلم التصرف فی ملک الغیر ولاملک لغیر اللہ تعالی اصلا ثم بین بقولہ ولو رحمہم لکانت رحمتہ خیرالہم من اعمالہم بان النجاۃ من العذاب انما ہی برحمۃ اللہ عزوجل لا باعمال فالرحمۃ خیر منہا وقولہ ولو کان لک مثل جبل احد ذہبا او مثل احد ذہبا تنفقہ فی سبیل اللہ ماقبلہ اللہ منک حتی تومن بالقدر فیہ اشارۃ الی انہ لاقبول لعمل المبتدع عند اللہ وہو مبنی علی القول بکفر منکرہ انتہی کلام ابوالحسن السندی فی حاشیتہ علی ابن ماجۃ بلفظہ -

کرانا ہے کہ بدعتی لوگ متقیوں میں سے نہیں ہیں، (علامہ قاری ملا علی کا کلام شرح مشکاہ میں انہی کے الفاظ میں ختم ہوئی اور علامہ ابوالحسن سندھی سنن ابن ماجہ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں اور طیبیؒ نے کہا ہے اور حدیث میں بڑی راہنمائی اور بیان شافی ہے ابن دیلمی کے طلب کردہ سوال کے ازالہ کےلئے کیونکہ اس سے عقلی حسن وقبح والا قاعدہ منہدم ہوجاتا ہے اور اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالی تمام بادشاہی کا مالک ہے پس اس کا حق ہے کہ اپنی بادشاہی میں جیسے چاہے تصرف کرے اور یہ اس کا ظلم نہ تصور کیا جائیگا کیونکہ ظلم کی حقیقی تعریف یہ ہے کہ وہ غیر کے ملک میں تصرف کرنا اور غیر اللہ کے ملک میں قطعی طور پر کوئی چیز نہیں پھر آپؐ نے اپنے اس قول، کہ اور اگر اللہ تعالی ان پر رحمت کرے تو اسکی رحمت ان کےلئے اپنے اعمال سے زیادہ بہتر ہوگی یہ بیان فرمایا کہ یشک عذاب سے نجات اللہ کی رحمت سے ہے نہ کہ اعمال کا نتیجہ۔ پس رحمت اعمال سے افضل ٹھہری اور آپؐ کے اس قول اور احد پہاڑ جتنا سونا ہو یا احد کی مثل ہے تو اللہ کی راہ میں خرچ کردے تب بھی اللہ تعالی اسے قبول نہ فرمائیں گے جب تک تو تقدیر پر ایمان نہ لائیگا اس کی طرف کہ بدعتی کے عمل کا قبول کرنا اللہ کے ہاں نہیں ہے اس کی بنا پر اس پر ہے تقدیر کا منکر کافر ہے ابوالحسن سندھی کا کلام ابن ماجہ کے حاشیہ والی انہی کے الفاظ میں ختم ہوا،

وفی الموطا للامام مالک رحمۃ اللہ تعالی عن یحیی بن سعید الانصاری قال صلیت وراء ابی ہریرۃ علی صبی لم یعلم خطیئۃ قال فشارحہ العلامۃ الزرقانی ای لموتہ قبل البلوغ مأخوذ من رفع القلم عن ثلاثۃ فعد منہا وعن الصبی حتی یحتلم وقال عمر رضی اللہ عنہ تکتب لہ الحسنات ولا تکتب علیہ السیات فسمعتہ یقول اللہم اعذہ من عذاب القبر غیر فتنۃ بدلائل من السنۃ الثاسئۃ ولو عذاب اللہ عبادہ اجمعین لم یظلمہم انتہی المقصود وقال العلامۃ حجۃ الاسلام الغزالی فی الاحیاء فی الجزء الاول وللہ سبحانہ وتعالی ایلام الخلق وتعدیہم من غیر جرم سابق خلافا للمعتزلۃ لانہ متصرف فی ملکہ ولا یتصور ان یعدو تصرفہ ملکہ الی اخرما اطال بہ وفیہ ایضا وانہ سبحانہ وتعالی متفضل بالخلق والاختراع والتکلیف لا عن جہۃ وجوب علیہ ومتطول بالانعام والاصلاح لا عن لزوم فلہ الفضل والاحسان والنعمۃ والامتنان اذکان قادرا علی ان یصب علی عبادہ انواع العذاب ویبتلیہم بضروب الالام والاوصاب ولو فعل ذلک لکان منہ عدلا ولم یکن

موطا امام مالک میں یحیی بن سعید انصاری سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابوہریرہؓ کی اقتداء میں نماز جنازہ پڑھی ایک معصوم بچے پر موطا شریف کے شارع علامہ زرقانی فرماتے ہیں کیونکہ وہ بلوغت سے پہلے مرگیا تھا یہ ماخوذ ہے حدیث قلم تین انسانوں سے اٹھالی گئی ہے پس آپ نے ان سے شمار کیا ہے،بچہ محتلم ہونے سے پہلے، حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں اس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور برائیاں نہیں لکھی جاتی پس میں نے حضرت ابی ہریرہ سے سنا آپ یہ دعا پڑھتے تھے یا اللہ اے عذاب قبر سے پناہ دے ابن عبدابر فرماتے ہیں کہ عذاب قبر عذاب قبر کے فتنہ سے الگ ہے اسکے سنت سے بہت سے دلائل،ثابتہ ہیں اور اگر اللہ تعالی اپنے تمام بندوں کو عذاب دے تو ان پر ظلم نہ کرے گا مقصود ختم ہوا، حجتہ

الاسلام علامہ غزالی احیاء العلوم جزء اول میں فرماتے ہیں اوراللہ سبحانہ کا حق ہے کہ مخلوق کوعذاب اور درد پہنچائے بغیر کسی پہلے گناہ کے بدلہ میں معتزلہ کے مسلک کے بر عکس یہ معاملہ ہے کیونکہ اللہ تعالی اپنے ملک میں تصرف ہے اوراس کا ملک ختم نہیں ہوتا اگرچہ اس کا تصرف کتنا ہی لمبا کیوں نہ ہوجائے اس کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا اوراس میں سے اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ سبحانہ ہی پیدا کرنے ایجاد کرنے اور تکلیف کرنے کیوجہ سے فضیلت والا ہے یہ چیزیں اس پر واجب

منہ قبیحا ولا ظلما وانہ یثیب عبادہ المومنین علی الطاعۃ بحکم الکرم مالوعد بحکم الاستحقاق واللزوم ولایجب علیہ حق لاحدوان حقہ فی الطاعۃ واجب علی الاخلق بایجابہ علی السن انبیائہ صلوت اللہ علیہم وسلامہ الی اخر کلام الامام الغزالی فانظرہ فان فیہ الشفاء لمن کان علی شفا وایضا ایلام الاطفال والدواب من غیر جرم سابق منہم کما ہو مشاہد فی الاطفال والدواب ولاینسب فی فعلہ سبحانہ وتعالی ذلک بہم الی الظلم فالقائلون بان اللہ لوعذب عبادہ الطائعین وانعم علی العامین یکون ذلک ظلما سبحانہ وتعالی عمایقول الظالمون علوا کبیرا ولیس لہم علی ذلک دلیل صریح من کتاب اللہ ولا من سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم وانما نشأ ذلک من فہمہم وذلک خلاف ما اخبر بہ سبحانہ وتعالی من اثابۃ المطیع وتعدیب العاصی وہو صحیح۔

نہیں ہیں اوروہ انعام واصلاح کوزیادہ کرنیوالا ہے یہ اس پر لازم نہیں بلکہ اسی کےلئے ہے فضل کرنا، احسان کرنا نعمت دینا اور نعمت کا جتلانا، کیونکہ وہ قادر ہے اس پر کہ اپنے بندوں کو قسم قسم کے عذاب پہنچائے اوران کو ہر قسم کے داد اور دائمی بیماریوں سے آزمائے اوراگر وہ یہ کردے تو اسکا عدل ہوگا اور یہ فعل اس سے قفیح اور ظلم کیوجہ سے صادر نہ ہوگا اور یشک اللہ تعالی اپنے مومن بندوں کو ثواب دے گا اطاعت کرنے پر کرم کےلئے اور استحقاق والتزام کے وعدہ کےلئے اوراس پر کسی کا حق لازم نہیں ہے اوراس میں شک نہیں کہ اسکا حق مخلوق پر لازم ہے کہ اس کی اطاعت کریں جسے اللہ تعالی نے انبیاء علیہم الصلوۃ وسلام کی زبان کے ساتھ لازم کیا ہے علامہ غزالی کے کلام اینفرتک پس آپ اس کلام کو دیکھیں اس میں اس انسان کےلئے شفا ہے جو گڑھے کے کنارے پر کھڑا ہو (گمراہی کے) اور یہ بھی یاد رکھو اللہ تعالی کا بچوں اور چارپاوں کو درد پہنچانا ان کے سابق جرم کی وجہ سے نہیں ہے (کیونکہ وہ تو معصوم ہیں) جیسے کہ آپ اسکا مشاہدہ بچوں اور چارپاوں میں کرتے ہیں اوراللہ تعالی یہ فعل ان کے ساتھ کرنا اسے ظلم کی طرف منسوب نہ کیا جائیگا پس جو لوگ اس کے قائل نہیں کہ اگر اللہ تعالی اپنے مطیع انسانوں کو عذاب دے اور نافرمانوں کو انعام دے تو یہ اسکا ظلم ہوگا اللہ بلند ومنزۃ ہے اس سے جو ظالم کہتے ہیں بہت برتر ہے اورانکی دلیل کتاب اللہ اور سنت رسولؐ اللہ میں نہیں ہے اور یہ تو صرف ان کی اپنی سمجھ کا نتیجہ ہے اور یہ خلاف ہے اسکے جو اللہ تعالی نے اطلاع دی ہے کہ وہ

ولکن لیس ذلک منہ علی جہۃ الوجوب علیہ سبحانہ وتعالی ولانہم یقولون ان ذلک من باب الحسن والقبح العقلیین وہذا قاعدۃ باطلۃ لادلیل علی صحتہا وہذہ القاعدۃ ہی التی بنا علیہا المعتزلۃ وبعض الخفیۃ ذلک المذہب وقد قال العلامۃ المحقق العینی انہا قاعدۃ باطاۃ لیست بحجۃ شرعیۃ یجب قبولہا کما سیاتی فالحاصل ان الذی فقلناہ من کلام الائمۃ المحققین صریح فی بطلان ماقالہ المعتزلۃ وبعض الحنفیۃ من جواز نسبۃ الظلم الی اللہ تعالی وہو رب الارباب ومما یوید نفی وقوع ذلک منہ سبحانہ وتعالی ردا النصاری قولہ تعالی لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ہو المسیح بن مریم قال سبحانہ وتعالی فی الرد علیہم قل فمن یملک من اللہ شیا ان اراداللہ ان یہلک المسیح بن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعا قال العلامۃ سلیمان الجمل فی حاشیتہ علی الجلالین وتعمیم ارادۃ الاہلاک للکل مع حصول المقصود بالاتتعبار علیہ تہویلا للخطب

مطیع کو ثواب اور عاصی کو عذاب دیگا یہ تو درست ہے لیکن اس کا یہ خیر وسزا دینا وجوب کےلئے نہیں ہے اورچونکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ عقلی حسن وقبح کے قبیل سے ہے اور یہ تو قاعدہ ہی باطل ہے اس کی صحت پر کوئی دلیل ہی نہیں علامہ محقق عینی فرماتے ہیں یہ قاعدہ کو دلیل شرعی نہیں ہے جس کا قبول کرنا واجب ہے جیسے جہ اسکی بحث عنقریب آئیگی پس حاصل کلام یہ ہے کہ ائمہ محققین کے کلام سے ہم نے جو کچھ نقل کیا ہے وہ معتزلہ کے قول کے بطلان کےلئے صریح ہے اور بعض احناف کے قول کے بطلان کےلئے بھی صریح ہے جو کہ نسبت ظلم اللہ کی طرف کرتے ہیں حالانکہ وہ رب الا رباب ہے اوراس کے وقوع کی نفی کے دلائل میں سے ایک دلیل اللہ تعالی کا وہ قول ہے جس میں اللہ تعالی نصاری کی تردید فرمارہے ہیں تحقیق کفر کہا ان لوگوں نے جنھوں نے کہا کہ یشک اللہ ہی مسیح بن مریم ہے (الایتہ) ان کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالی فرماتے ہیں اے محمد ﷺ کہہ دے اگر اللہ تعالی مسیح علیہ السلام اوراس کی والدہ اور تمام اہل ارض کو ہلاک کرنا چاہے تو کون انہیں چھڑانے کا مالک ہے اللہ تعالی کی سے (الایتہ) علامہ سلیمان الجمل حلالین کے حاشیہ پر رقم طراز ہیں اورعام کرنا ارادے کو تمام کے ہلاک کےلئے باوجودیکہ مقصود و تو صرف مسیح پر ہی اقتصار کرنے سے حاصل تھا اس لئے ہے کہ مخاطب کو ڈرانے کےلئے اور کمال عجیب کو ظاہر کرنے کےلئے ہے اس کے بیان کے ساتھ کہ

واظہار الکمال العجب بیان ان الکل تحت قہرہ تعالی وتخصیص امہ بالذکر مع اندراجہا فی ضمن من فی الارض لزیادۃ تاکید عجزا المسیح انتہی۔

وقال الامام الفخرالدین الرازی نحت قولہ تعالی فمن یملک من اللہ شیا ان ارادان یہلک المسیح بن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعا ہذہ جبلۃ شرطیۃ قدفیھا الجزاء علی الشرط والتقدیر ان ارادان یہلک المسیح بن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعا فمن ذالذی یقدر ان یدفعہ عن مرادہ سبحانہ وتعالی ومقدورہ وقولہ فمن یملک من اللہ شیا ای فمن یملک من افعال اللہ شیا والملک ہو القدرۃ والمعنی من ذالذی یقدر علی دفع شی من افعال اللہ تعالی ومنعہ عن مرادہ وتعالی وقولہ ومن فی الارض جمیعا یعنی ان عیسی علیہ السلام مشاکل لمن فی الارض فی الصورۃ وا لجسمیۃ والترکیب وتغییر الصفات والاحوال فلما سلمتم کونہ تعالی الواحدالقاہر للکل مدبر الکل وجب ان یکون سبحانہ وتعالی ایضا خالقا لعیسی علیہ السلام انتہی کلام الامام الامام الفخرالدین الرازی بلفظہ ففی ہذہ الایۃالکریمۃ۔

ہرچیزاس کے غلبہ میں ہے اوراس کی والدہ کے ذکرکی تخصیص کرنا مسیح کے عجزکی تاکید کےلئے ہے باوجودہ کہ وہ من لمن فی الارض میں داخل تھا، اورامام فخرالدین رازی اللہ تعالی کے قول، پس کون مالک ہے اللہ تعالی سے چھڑانے کا اگروہ مسیح علیہ السلام اوراس کی والدہ اور تمام زمین والوں کوہلاک کردے کے تحت فرماتے ہیں.جملہ یہ شرطیہ ہے اس میں جزاء شرطیہ پر مقدم ہے اور تقدیر یہ ہے اگرارادہ کرے کہ مسیح علیہ السلام اوراس کی والدہ اور تمام اہل ارض کوہلاک کرے پس کون ہے وہ انسان جودفع کرے اللہ کے ارادہ کواوراس کی مقدورکواوراللہ تعالی کا قول فَمَن يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا یعنی کون مالک ہے اللہ کے افعال میں سے کسی کا اورمالک کا معنی طاقت ہے اور معنی یہ ہے کون ہے جواللہ کے افعال میں سے کسی کوفعل کودفع کرنے اوراس کے مراد کومنع کرنے کی طاقت رکھتا ہواوراللہ تعالی کا قول اور جوکچھ بھی زمین میں ہے اللہ کی مراد یہ ہے عیسی علیہ السلام اہل ارض کے ہم مثل ہیں، صورت، جسمیت، ترکیب، اورصفات واحوال کے تغیر متبدل میں پس کیوں تم نے اس کواللہ یکتا، غالب اورہرچیز کا مدبر تسلیم کہا ہے ضروری ٹھہراکہ اللہ تعالی عیسی علیہ السلام کا بھی خالق ہو ختم شدامام غزالی کا کلام انہی کے الفاظ ہیں،

وماقالہ العلامۃ سلیمان الجمل فی حاشیۃ علی الجلالین والامام الفخرالدین الرازی فی بیان معناہامن ان الکل تحت قہرہ حتی من ہوافضل خلقہ عیسی علیہ السلام وجمیع من فی الارض فکیف لایقدر علی فعل مایریدہ فیہم اجمعین من خیراومن مسندلان الجمیع تحت قہرہ وفی قبضتہ وفی ملکہ وملکہ یتصرف فیہم کیف یشاء لایسأل عما یفعل ویفعل اللہ مایشاء فلاظلم فیما یفعلہ سبحانہ وتعالی من تعذیب المطیع واثابۃ العاصی ولکنہ لایفعل ذلک بہم فضلا واحسانا وجوداعلی عبادہ لانہ لایقدر علی ذلک فعلم من ہذاانہ سبحانہ وتعالی اوجدالاشیاء مرتبۃ ترتیبا بدیعا محکمالایتحول عن ذلک الترتیب لعدم التحول والتبدیل فی العلم لانہ لاتدوۃ لہ سبحانہ وتعالی علی التحویل والتبدیل والالزم خروج بعض الممکنات عن حیز قدرتہ وذلک عجز تعالی اللہ عن ذلک علواکبیرا وعلی کل حال فتطویل الکلام والبحث فی ہذہ المسالۃ والمناقشۃ مع انہا قضیۃ فرضیۃ لاوقوعیۃ بالاتفاق ثبت علی جوازہافرضا لاوقوعا من

پس اس آیت کریمہ کی تشریح میں جوکچھ علامہ سلیمان الجمل نے جلالین کے حاشیہ پراور علامہ رازی نے فرمایا ہے کہ بیشک ہرچیزاس کے غلبہ کے تحت ہے حتی کہ اس کی مخلوق کا اشرف فردعیسی علیہ السلام بھی تابع ہے اور تمام اہل ارض مطیع ہیں پس وہ کیسے طاقت نہیں رکھتا ان تمام کے بارے میں خیروشر کے ارادہ پر کیونکہ ہرچیزاکے تسلط، قبضہ اورملک میں ہے اوراپنے ملک میں جیسے چاہے کرے اسکے کام کااس سے سوال نہ کیا جائیگا اوراللہ جوچاہے کرے اس کا کام ظلم نہ ہوگا، خواہ وہ مطیع کوعذاب دے اورعاصی کو ثواب دینا ہی کیوں نہ ہو، اورلیکن وہ ان پر فضل احسان اوران کے سخاوت کرنے کی غرض سے یہ کرے گا نہیں کہ وہ اس پرقادرنہیں ہے پس اس سے معلوم ہواکہ اللہ تعالی نے اشیاء کی ترتیب کوبڑا مضبوط ومستحکم ارعجیب بنایا ہے وہ اشیاترتیب سے پھرے گا نہیں کیونکہ اس کے علم میں پھرنا اور تبدیل نہیں ہے نہ کہ اس لئے کہ وہ اس پرقادرنہیں تحول اورتبدیل پر، ورنہ بعض ممکنات کااس کے قبضہ لئے قدرت سے خروج لازل آئیگا اوریہ عجزکی بات ہے اللہ تعالی عجزسے بہت بلندوبرتر ہے بہر حال یہ ایک فرضی قضیہ ہے اس کا وقوع نہ ہوگا اس لئے اس میں بحث کلام کوطول دینا اورمناقشہ کرنا درست نہیں (اس کے وقوع نہ ہونے پر علماء کا اتفاق ہے) اس فرضی طورپرجوازکتاب وسنت سے ملتا ہے وقوعی طورپر نہیں ملتا لیکن قرآن کی دلیل، حافظ ابن حجرفتح الباری میں

الکتاب والسنۃ اما الکتاب فقال الحافظ بن حجرفی فتح الباری ان اہل السنۃ تمسکو بقولہ تعالی لایسأل عمایفعل ویفعل اللہ مایشاء وامناالسنۃ فحدیث ابن الدیلمی الذی تقدم ذکرہ مع ماقالہ فیہ شراحہ وقال بمضمونہ المحدثون من اہل السنۃ کالمزری والمہلب والحافظ ابن حجروابن عبدالبر وانتی بمضمونہ بعض اجلاء علماء الصحابۃابی بن کعب وحذیفۃ وابن مسعودوزیدبن ثابت وعمران بن حصین رضی اللہ عنہ حیث سئلواعن القدرناحابوا بمضمونہ من انہ سبحانہ وتعالی لوعذب اہل سمواتہ واہل ارضہ لعذبہم وہوغیرظالم لہم ولورحمہم لکانت رحمتہ خیرالہم من اعمالہم وثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم مسنداولقدم ان الحافظ بن حجرقال فیہ ان فیہ حجۃ علی المرجئۃ والمجبرۃ ونقلہ الامام ابن تیمیۃ فی منہاج السنۃ وتلمیذہ بن القیم فی

فرماتے ہیں اہل سنت نے اللہ تعالی کے قول اور فعل کے متعلق کوئی باز پرس نہ ہوگی وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے (الایتہ) لیکن سنت کی دلیل، پس وہ حدیث ابن دیلمی کی ہے جس کا ذکر شارحین کی تشریح کے سمیت گزرچکا ہے اوراس کے مضمون کے مطابق محدثون نے فرمایا تھا جیسے کہ مازری مہلب حافظ ابن حجر ابن عبدالبراور اسی کے مضمون کے مطابق صحابہ میں سے بعض جلیل القدر علماء نے فتوی دیا تھا، ابی بن کعب، حذیفۃ،

ابن مسعود، زید بن ثابت، عمران بن حصین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) جب کہ ان سے سوال قدر کے متعلق کیا گیا، پس انہوں نے اسی مضمون کے ساتھ جواب دیا کہ یشک اگر اللہ تعالی زمین وآسمان والوں کو عذاب دے تو وہ ان کو عذاب دے گا اس حال میں کہ وہ ظالم نہ ہوگا ان کےلئے اور اگر ان پر رحمت کرے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے ان کےلئے بہتر ہوگی اور یہ حدیث رسول کریم ﷺ سے مرفوع ثابت ہوچکی ہے اور یہ بھی گزرچکا ہے کہ حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے متعلق فرمایا تھا یشک اس میں دلیل مخالف ہے مرجئہ اور مجرہ فرقہ پر اور اس حدیث کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے منہاج السنتہ اور ان کے شاگرد حافظ ابن قیم نے مفتاح دارالسہادۃ اور التبسیان فی اقسام اللہ فی القرآن میں نقل کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے اسے حافظ ابن قیم سے پسند کرتے

مفتاح دارالسعادۃ وفی التبیان فی اقسام اللہ فی القران ونقلہ الحافظ بن حجر مرتضیا لہ عن ابن القیم کما تقدم فلو کان غیر قابل للاحتجاج لما قال فیہ ماقال وحینئذ فنسبۃ وقوع الظلم فی ذلک الی الباری سبحانہ وتعالی مما تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربہم ومما یلیق نسبۃ الی الباری تعالی فالتسلیم لذلک والتفویض فیہ الی اللہ عزوجل ہو اللائق بالسنی الذی یدعی انہ من اہل السنۃ فانہ سبحانہ مالک الامر کلہ القادر القاہر فوق عبادہ کل العالمین تحت قہرہ وتصرفہ یفعل فیہم مایشاء لاراد لماقضاہو ارادہ وارتضاہ لایسأل عما یفعل ویفعل مایشاء وقال العلامۃ ابن رجب فی شرحہ علی الاربعین الحدیث للنووی عند ایرادہ حدیث یاعبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلتہ فیکم محرما الحدیث یعنی انہ سبحانہ وتعالی منع نفسہ عن الظلم لعبادہ کما قال وما انا بظلام للعبید وقال تعالی وما اللہ یرید ظلم للعالمین وقال

ہوئے نقل کیا ہے پس اگر یہ حدیث دلیل کے قابل نہ ہوتی تو یہ لوگ اس کے متعلق نہ کہتے جوانہوں نے کہا ہے اور اب ظلم کی نسبت اس کی طرف معاملہ میں اس سے اپنے پروردگار سے ڈرنے والے بندوں کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اوراس کی نسبت باری تعالی کی طرف حرام ہے پس اسے تسلیم کرلینا اوراس مسئلہ میں اللہ کی طرسونپ دینا ہی لائق ہے ایک سنی کےلئے جس کا یہ دعوی ہے کہ وہ اہل سنت سے ہے کیونکہ اللہ تعالی ہر ایک امر کا مالک اپنے بندوں پر غالب وقادر ہے سارا جہان اس کے غلبہ وتصرت کے تحت ہے ان مین وہ جو چاہے کرے اس کے فیصلے ارادے اور پسندیدہ کام کو کوئی رد کرنیوالا نہیں اس سے اس کے کام کے متعلق سوال نہ ہوگا وہ جو چاہے کرتا ہے، اور علامہ ابن رجب حدیث کی کتاب اربعین نوویؒ کی شرح میں حدیث، اے میرے بندوں یشک میں نے ظلم کو اپنے نفس پر حرام کیا ہے اور اسے تم پر حرام ٹھہرا، (حدیث) وارد کرنے کے موقع پر فرماتے ہیں یعنی اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر ظلم کرنے سے اپنے نفس کو روک لیا ہے جیسے ارشاد باری ہے اور نہیں ہوں میں بندوں پر ظلم کرنے والا اور فرمایا اللہ تعالی نے، اور اللہ تعالی جہانوں پر ظلم کرنے کا ارادہ نہیں کرتا، اور فرمایا اللہ تعالی نے، یشک اللہ تعالی رائی برابر بھی ظلم نہیں کرتا، اور فرمایا اللہ تعالی نے، اور جو بھی مومن ہوکر نیک کام کرے گا پس نہیں

تعالی ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ وقال تعالی ومن یعمل من الصالحات وہو مومن فلایخاف ظلما ولاہضما فاہضم ان ینقص من حسناتہ والظلم ان یعاقب بذنوب غیرہ ومثل ہذا کثیر القران وہو مما یدل علی ان اللہ قادر علی الظلم ولکن لایفعلہ جوداوکرما واحسانا الی عبادہ وقد فسر کثیر من اہل العلم الظلم بانہ وضع الاشیاء فی غیر موضعہا واما من فسرہ بالتصرف ملک الغیر بغیر اذنہ وقد نقل نحوہ عن ایاس بن معاویۃ فانہم یقولون ان الظلم مستحیل علیہ سبحانہ وتعالی غیر متصور فی حقہ لان کل مایفعلہ فہو تصرف فی ملکہ وبنحو ذلک اجاب ابوالاسود الدولی لعمران بن حصین حین سألہ عن القدر واخرج ابوداود وابن ماجۃ من حدیث ابی سنان عن وہب بن خالد الحمصی عن این الدیلمی انہ سمع ابی بن کعب رضی اللہ عنہ منکہ یقول ان اللہ لو عذب اہل سموتہ واہل ارضہ لعذبہم وہو غیر ظالم لہم ولو رحمہم لکانت رحمتہ خیر الہم

ڈرے گا وہ ظلم ونقصان سے پس ہضم کی تعریف یہ ہے اسکی نیکیاں کم کردی جائیں اور ظلم یہ ہے کہ غیر کے گناہ کے جرام میں اسے سزادی جائے اور ایسی آیات قرآن میں بہت ہیں اور وہ آیات دلائل سے ہیں جو کہ دلالت کرتے ہیں کہ یشک اللہ ظلم پر قادر ہے لیکن یہ فعل وہ کرم سخاوت اور اپنے بندوں پر احسان کرتے ہوئے نہیں کرے گا اور تحقیق اکثر اہل علم نے ظلم کی تعریف کی ہے، چیز کا اس کے محل کے بغیر کسی دوسرے محل پر کرکھنا اور لیکن وہ انسان جس نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ غیر کے ملک میں اس کے اذن

کے بغیر تصرف کرنا یہ تعریف الیاس بن معاویہ لوگوں سے منقول ہے پس وہ لوگ کہتے ہیں کہ یقیناً ظلم اللہ پر محال ہے اسکے حق میں اس کا تصور ہی نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ جو بھی کریگا پس وہ اپنے ملک میں تصرف ہوگا اور ابوالاسوودوی نے بھی عمران بن حصین کو بھی اسی طرح کا جواب دیا تھا جب کہ اس نے اس سے تقدیر کے متعلق دریافت کیا تھا اور امام ابوداوداور ابن ماجہ حدیث لائے ہیں ابی سنان راوی ہیں وہب بن خالد حمصی سے وہ ابن دیلمی سے کہ اس نے ابی بن کعب سے سنا وہ فرماتے تھے کہ یقیناً اگر اللہ تعالی اپنے زمین وآسمان والوں کو عذاب تووہ ان کو عذاب دے گا حالانکہ وہ ظالم نہ ہوگا اور ان پر رحمت کرے تو اس کی رحمت ان کے لئے ان کے اعمال سے اجرو

من اعمالهم وانه اتى ابن مسعود نساله فقال له مثل ذلك ثم اتى زيد بن ثابت فحدثه عن النبى صلى الله عليه وعليه وسلم بمثل ذلك وفى هذا الحدث وهب بن خالد ليس بذاك المشهور بالعلم وقد يحمل على انه لواراد تعذيبهم لقدر عليهم مايريد تعذبهم به فيكون غير ظالم حينئذ لكونه خلق افعالهم وفيها الظلم ولايقتضى وصفه سجانه وتعالى بالظلم كمالايوصف سائرالنتائج التى يفعلها عباده وهى خلقه وتقديره فانه لايوصف بانعال عباده فان افعال عباده من مخلوقاته ومفعولاته وهولايوصف بشى منها وانما يوصف بماقام به من صفاته وانعاله انتهى كلام ابن رجب رحمه الله تعالى بلفظه ولكن قوله فى اسناد حديث بن الديلمى وهب بن خالد الحمصى وليس بالمشهور بالعلم فقال الحافظ بن حجر فى التقريب وهب بن خالد الحميرى ابو خالد ثقة من المالعة وقال فى الخلاصة وثقه ابن معين وابن ابى حاتم واخرج له ابو

افضل ہوگا اور ابن الدیلمی نے ابن مسعود سے جاکر پوچھا انہوں نے ویسے ہی کہا پھر وہ زید بن ثابت کے پاس گیا تو انہوں نے اس طرح رسول کریم ﷺ کی حدیث بیان کی اور اس حدیث میں وہب بن خالد راوی علم میں قدرے سے مشہور نہیں ہے اور اسے اس پر حمل کیا جائے گا اگر وہ ان کی تعذیب کا ارادہ کرے تو وہ اپنے ارادہ تعذیب پر قادر ہے پس وہ ظالم نہ ہوگا اس وقت واسطے اس کے بندوں کے افعال کا خالق ہونے کے لئے اور ان کے افعال میں سے ایک ظلم بھی ہے اور تمام کاموں کا خالق ہونا یہ اس کا تقاضا نہیں کرتا کہ ظلم اس کی صفت ہے، جیسے اور دوسرے کام جن کو اس کے بندے کرتے ہیں اور وہ کام اللہ کی قدرت میں ہیں اور اس کی مخلوق ہیں اس کی صفت نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالی صرف اپنے افعال سے متصف ہے اپنے بندوں کے افعال سے متصف نہیں ہے کیونکہ بندوں کے افعال تو اس کے مخلوق ومفعول ہیں اور وہ تو صرف ان صفات وافعال کے ساتھ موصوف ہے جن کے ساتھ وہ قائم ہے ابن رجب کا کلام انہی کے الفاظ میں ختم ہوا اور لیکن ابن رجب کا ابن الدیلمی والی حدیث، حدیث کے راوی وہب بن خالد حمصی کے متعلق کہنا کہ وہ علم کے ساتھ مشہور نہیں (اس نظر میں ہے) حافظ بن حجر تقریب میں فرماتے ہیں، وہب بن خالد حمیری ابوخالد ثقہ ہے ساتوں طبقہ کا انسان ہے اور (خلاصہ) میں فرماتے ہیں، اسے ابن حبان اور ابن ابی حاتم نے

داودوالترمذى وابن ماجه وثقه ابوداودوسعيد بن سنان الكوفى البرجمى بضم الجيم بينهاراء ساكنة ابو سنان الكوفى الاصغر نزيل قذوين وثقه ابن معين وابن ابى حاتم كذافى الخلاصة وقداجاب ابوالاسود الديلمى حين سأل عمران بن حصين عن القدر كما فى صحيح مسلم- فقال اعمران بن حصين ارايت مايكدح الناس اليوم ويعملون ابشى قضى عليهم ومضى فيهم من قدر سبق اوفيما يستقبلون مما اتاهم به نبيهم وثبتت عليهم الحجة فقال بل شى قضى عليهم وفيهم فقال له عمران بن حصين افلايكون ظلما فقال ابو الاسود ففزعت من ذلك نزعا شديدا فقلت كل شى خلق الله وملك يده لايسأل عما يفعل وهم يسألون قال ابوالاسود فقال لى عمران بن حصين يرحمك الله لم اردبما سألتك الاحرز عقلك ثم ذكر عمران بن حصين الحديث فاقرار عمران بن حصين اباالاسود على

ثقہ بتایا ہے اور اس حدیث کو امام ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ لائے ہیں اور ابوداود نے اسے ثقہ بتایا ہے اور سعید بن سنان کوفی برجمی (جو اس روائیت ہے) جیم کے ضمہ کے ساتھ اور ضمہ باء کے ساتھ باء اور جیم کے مابین راء ساکنہ ہے یہ ابوسنان کوفی اصغر قزددین میں کوچ کر آیا تھا اسے ابن معین اور ابن ابی حاتم نے ثقہ بتایا ہے خلاصہ میں بھی اسطرح ہے اور ابوالاسوددوی نے عمران بن حصین کو جواب دیا تھا جب کہ اس سے دریافت کیا تھا جیسے کہ صحیح مسلم شریف میں ہے عمران بن حصین نے کہا کہ آج کل لوگ کاموں میں کوشش کرتے ہیں اور دوسرے کام کرتے ہیں ان کے متعلق خبر دو اور حکم جاری ہوچکا ہے یا یہ وہ کام ہیں جو یہ کریں گے جو ان کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام ان کے پاس لائے اور ان پر دلیل ثابت ہوگئی پس ابوالاسودوی نے جواب دیا بلکہ یہ ان کاموں سے ہیں جن کا فیصلہ ہوچکا ہے اور جن کے متعلق گزرچکا ہے، عمران بن حصین نے کہا کیا یہ ظلم نہ ہوجا ئیگا ابوالاسوددوی کہتا ہے کہ میں اس بات سے سخت گھبرا گیا پس اسلئیے میں نے کہا ہر چیز اس کو مخلوق اور اس کا ملک ہے اس کے سوال سے نہ کیا جا ئیگا ان لوگوں کے کاموں سے سوال ہوگا ابوالاسود کہتا ہے مجھے عمران نے کہا میں نے تو صرف اپنے سوال سے تیری عقل کو آزمانے کا ارادہ کیا تھا پھر عمران بن حصین کا اقرار کرنا جب کہ اس نے وہ سنی جو اس کی سمجھ میں آگئی کہ ہر چیز اللہ کی مخلوق اور اس کا

مافھم بقولہ کل شی خلق اللہ وملک یدہ لَایُسْاَلُ عَمَّا یفعَلُ وَہُمْ یُسْاَلُونَ فھذاالحدیث ایضا ممایقوی حدیث ابن الدیلمی علی فرض ضعفہ والافقد تبین لک مما ذکرنا من حال رجال اسنادہ انہ حدیث قابل للاحتجاج بہ کما قالہ الحافظ بن حجر کما نقدم وفی الحدیث رد علی المرجئۃ والقدریۃ وذکرہ ابن القیم کما تقدم فی مفتاح دارالسعادۃ وفی التبیان فی اقسام اللہ عزوجل فی القران وعلی فرض ضعفہ فالحدیث الواردفی القدریزیدہ قوۃ لقومہ صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم وان تومن بالقدر خیرہ وشرہ المروی فی مسلم وغیرہ المروی فی مسلم وغیرہ والایات القرانیۃ کفولہ تعالی لالَایُسْاَلُ عَمَّا یَفعَلُ و یَفعَلُ اللہ مَا یَشَاءُ کما اجاب ابوالاسودالدئلی لعمران بن حصین وقولہ تعالی ان اللہ علی کل شی قدیر فکل ماذکر ممایقوی حدیث بن الدئلی وقد تقدم انہ صرح بمضمونہ المزری والمھلب وابن عبدالبر والحافظ بن حجر دعاء عمران بن حصین

ملک ہے نہیں سوال ہوگا اس کے کام سے لیکن لوگوں سے ان کے اعمال کا سوال کیا جائیگا، پس یہ حدیث بھی ان دلائل سے ہیں جو ابن الدیلمی کی حدیث کو تقویت دیتے ہوئے اس کے رجال کے ضعف کو تسلیم کرتے ہوئے ورنہ جو ہم نے اس حدیث کے رجال کے متعلق بیان کیا ہے اس سے آپ کےلئے ظاہر ہوچکا ہے کہ یہ حدیث قابل حجت ہے جیسے کہ ابن حجر نے کہا ہے جیسے مذکور ہوچکا ہے کہ اس حدیث میں رد ہے المرجئہ اورقدریہ کا اوراسے ابن قیم نے بھی ذکر کہا ہے جیسے کہ مفتاح دارالسعادۃ اورالتبیان فی اقسام اللہ میں گزرچکا ہے اوراس حدیث کے ضعف کو تسلیم کرنے پر بھی پس وہ حدیث جو تقدیر کے متعلق مراد ہے اسے قوت زیادہ کرتی ہے فرمان رسول ﷺاوریہ کہ اچھی بری تقدیر پر ایمان لائے، مسلم شریف میں آتی ہے اور دوسری احادیث اور آیات قرآنیہ بھی شاہد ہیں جیسے کہ اللہ تعالی کا قول، اس کے کام سے سوال نہیں کیا جائیگا وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جیسے کہ ابوالاسوودوی نے عمران بن حصین کو جواب دیا اور اللہ تعالی کا فرمان یشک اللہ ہر ایک چیز پر قادر ہے پس مذکورہ دلائل میں سے ہر ایک ابن الدیلمی والی حدیث کو تقویت پہنچاتا ہے اوریہ گزرچکا ہے کہ اسی حدیث کے مضمون کے ساتھ تصریح فرمائی ہے مازری مہلب ابن عبدالبر اور

لابی الاسود بقولہ رحمک اللہ حیث عرف صحۃ جوابہ فلوکان جواب ابی الاسود علی عمران بن حصین لما دعالہ والحصل ان حدیث ابن الدیلمی المروی فی سنن ابی داود ومسندالامام احمد وسنن ابن ماجہ حدیث قابل للاحتجاج بہ فان اقل درجاتہ حدیث حسن لغیرہ وہو مما یحتج بہ کما ہو مقرر فی علم مصطلح الحدیث وقد نظم معناہ الامام احمد بن رسلان شارح ابی داود فی سبع مجلدات وتلمیذہ الحافظ بن حجر رحمہ اللہ تعالی بقولہ-

قال شارح ہذہ المنظومۃ وہو العلامۃ المحقق عبدالروف المناری ای ولہ سبحانہ وتعالی عقاب من اطاعہ من عبادہ امومنین بفعل المامورات ورفض المنہیات کما لہ ان یثیب من عصاہ وان یولی علیہ ای یوتیہ

حافظ ابن حجرؒ نے اور عمران بن حصین کا ابوالاسوودوی کےلئے دعا کرنا جب کہ اس نے اس سے صیح جواب پایا پس اگر ابوالاسود کا جواب عمران بن حصین کے خلاف ہوتا تو وہ اس کے لئے دعا نہ کرتے اور حاصل کلام یہ ہے کہ ابن الدیلمی کی حدیث جو سنن ابی داود، مسند امام احمد اور سنن ابن ماجہ میں آتی ہے وہ قابل حجت حدیث ہے پس کم ازکم اس کا درجہ حسن لغیرہ کا ہے اور وہ قابل حجت ہے جیسے کہ یہ قاعدہ علم اصطلاح حدیث میں ثابت ہے ابی داود کے شارح احمد بن رسلان اور ان کے شاگرد حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کے معنی کو تقریبا سات کتابوں میں ان اشعار کے ساتھ نظم بنایا ہے

لہ عقاب من اطاعہ یثیب من عصاہ ویولی نعما

کذالہ ان یولم الاطفالا ووصفہ بالظالم استحالا

ا : ۔ اسےاپنے مطیع کو سزادینے کا حق حاصل ہے جیسے کہ وہ اپنے عاصی کو ثواب اور نعمتوں کا والی بنا سکتا ہے

۲ : ۔ اسی طرح اس کا حق ہے کہ بچوں کو درد پہنچائے اور اسے ظالم کے ساتھ موصوف کرنا محال ہے،

اس نظم کے شارح فرماتے ہیں اور وہ شارح علامہ محقق عبدالروف مناوی ہیں فرماتے ہیں یعنی اللہ سبحانہ تعالے کےلئے ہے کہ اپنے بندوں میں سے مومن اور مطیع کو عذاب دے مامور کاموں کے کرنے سے اور منہی اشیاء سے رکنے سے اس نے اطاعت کی ہو جیسے کہ اسے حق ہے کہ اپنے عاصی

نعما كثيرة عظيمة لانه ملكه يتصرف فيه كيف يشاء لكن لا يقع منه ذلك لاخباره سبحانه وتعالى باثابة المطيع وتعذيب العاصي وقول المعتزلة الغرمز من التكليف التعرض للثواب من الله عزوجل بدليل قوله تعالى ومن يطع الله ورسوله يدخله تجري من تحتها الانهار والاضرار بدون استحقاق ولا منفعة ظلم رد بانه لا يعقل استحقاق النعيم من الدائم بجرد كلمة ولا العذاب الشديد بجرد شرب حدعة من خمر فالثواب انما هو فضل الله عزوجل وقد وعد المطيع بالثواب فهو يفي به غير وجوب عليه لان الخلف في الوعيد لا يعد نقصا بل كرما يتمدح به كما دل عليه توله وكذاله ان يولم الاطفال الاى والدواب من غير جرم سابق ولا ثواب لاحق ومعنى كونه انه جائز عقلا خلافا للمعتزلة حيث لم يجوزوه الا بعوض جرم

کو ثواب دے اور اسے نعمتوں کا والی بنائے یعنی اسے بے بہا نعمتیں دے کیونکہ وہ اس کا ملک ہے وہ اس میں کیسے چاہے تصرف کرے لیکن یہ کام اللہ سے واقع نہ ہوگا کیونکہ اس نے مطیع کو ثواب دینے اور عاصی کو عقاب دینے کی خبر دی ہے اور معتزلہ کا یہ قول کہ بندوں کو تکلیف دینی کاموں کی اس سے غرض اللہ تعالی کی طرف ثواب کےلئے پیش کرنا ہے اللہ تعالی کے اس قول کیوجہ دلیل اور جو بھی اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت کرے گا خدا تعالی اسے ان باغات میں داخل کریں گے جن کے تحت نہریں جاری ہیں اور تکلیف دینی بغیر مستحق اور نفع کے تو ظلم ہے، مردود ہے کیونکہ خالی ایک کلمہ شہادت کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ نعیم میں رہنا غیر معقول ہے اور اسطرح مجرد ایک گھونٹ شراب کاپینے کی وجہ سے عذاب شدید معقول ہے پس ثواب دینا محض اللہ کا فضل وکرم ہے اور تحقیق اس نے مطیع کو وعدہ دیا ہے پس وہ اپنے وعدہ کو پورا کریگا اس پر واجب نہیں ہے اور ڈاٹٹ میں وعدہ خلافی کرنا یہ تو کوئی نقص نہیں ہے بل اس کے ساتھ وہ ممدوح ہے جیسے کہ اس پر شاعر کا یہ قول : اور اس طرح سے اپنے بچوں کو درد پہنچانے کا حق حاصل ہے اور چارپاوں کو سوائے کی سابق جرم اور نہ ثواب لاحق کے بغیر اور اس کے ہونیکا معنی یہ ہے کہ عقلا یہ جائز ہے معتزلہ کے خلاف ہے جبکہ انہوں نے اسے جرم کے عوض کے بغیر جائز نہیں رکھا۔

ومن ثم اريبوا ان يقتص من بعض الحيوان لبعض وحسبك في الرد عليهم مايشاهد من انواع البلايا بالاطفال والحيوان من الالام والذبح والعقر وغيرها ولم يتقدم منها جرم وقولهم انه يحشرها ويجازيها امافي الموقف اوفي الجنة بان يدخلها في صورة حسنة يلتذ اهلها برويتها اوجنة تخصها على اختلاف بينهم في ذلك رد بان ذلك لا يوجبه العقل وان جوزوه ولم يرد به السمع حتى يصلح مستندا للقطع بوقوعه فلا يجوز الجزم به وما ورد من الاقتصاص من القرناء للجماء لا يمنعه العقل لكن لا يوجبه لانه خبر احاد وهو غير مفيد للقطع لان القطع هو المعتبر في العقائد- ولما كان ربما يتوهم من تعذيب المطيع وايلام من لا ذنب له انه ظلم صريح باستحالته عليه سبحانه وتعالى فقال ووصفه بالظالم استحال سمعا وعقلا اما السمع فمما لا يحصى نحو قوله تعالى ان الله

اور اسی وجہ سے انہوں نے بعض حیوان کا بدلہ بعض سے لے کر دینا واجب کیا ہے اور ان کی تردید کےلئے تیرے لئے یہی چیز کافی ہے کہ جنکا مشاہدہ کیا جاتا ہے بچوں اور حیوانات کو قسما قسم کی مصیبتوں سے درد ذبح کرنا اور کونچیں کاٹنا اور دوسری مصائب، اور حالانکہ ان سے کوئی پہلے جرم صادر نہیں ہوا اور معتزلہ کا یہ قول کہ اللہ تعالی ان کو اٹھائے گا اور ان کے کام کا بدلہ دے گا یا تو خدا کے سامنے کھڑے ہونے کیوقت یا جنت میں ان کو اچھی صورت میں جنت میں داخل کرنے کے ساتھ جن کو دیکھ کر ان کے ملک کے خوشی اور لذت محسوس کریں گے یا ان کےلئے کوئی خاص جنت ہوگی یہ مسئلہ انہی کے آپس کے اختلاف کے لحاظ پر ہے اور اس کی تردید اس طرح کی گئی ہے کہ اس نے عقل جائز نہیں رکھتی۔ اگرچہ انہوں نے اسے جائز رکھا ہے اور پھر اس کو سنا بھی نہیں گیا تاکہ اس کے یقینی وقوع کےلئے دلیل ثابت ہو پس اس لئے اس کے ساتھ پختگی کرنی جائز نہیں اور جو احادیث بعض حیوانوں کے بدلہ سینگ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں انہیں عقل منع نہیں کرتی لیکن اسے واجب بھی نہیں ٹھہراتی کیونکہ وہ خبر احاد ہیں اور خبر احاد یقین کےلئے مفید نہیں ہے کیونکہ عقائد میں یقین ہی معتبرہ ہے، اور جب کہ بعض اوقات اللہ تعالی کے مطیع کو عقاب اور بے گناہ کو تکلیف دینے سے ظلم معلوم ہوتا ہے اس لئے اس نے ظلم کا اللہ کے ساتھ بحال ہونا کہہ دیا پس اس نے کہا کہ اللہ کی صفت ظالم محال ہے، کتاب سنت سے سننے اور عقل

لا يظلم مثقال ذرة ان الله لا يظلم الناس شيئا وما ربك بظلام للعبيد يا عبادي اني حرمت الظلم على واما عقلا فلان الظلم ارتكاب منهي- ولا يتصور

الله عزوجل لانه تعالى مالك الامور كلها يفعل مايشاء فلا ظلم في التعذيب ولا ايلام فرضا ولانه وضع الشي في غير محله وذلك مستحيل على المحيط بكل شيء علما ومنه عرف انه سبحانه وتعالى اوجد الاشيا مرتبة ترتيبا بديعا لا يتحول عن ذلك الترتيب لعدم التحويل والتبديل العلم والتقدير لانه لا قدرة له على التحويل والتبديل والا لزم خروج بعض الممكنات عن حين قدرته وذلك عجز تعالى الله عن ذلك فثبت استحالة وصفه سبحانه وتعالى بالظلم وان انعاله واقعة على وفق الحكمة انتهى كلام العلامة عبد الروف المنادي في شرحه على منظومة بن رسلان في العقائد والفقه- وقال ابن ابي شريف الحنفي فيشرحه المسمى بالمسايرة على المسامرة لابن الهمام في علم العقائد واعكم

کے لحاظ سے سننا تو بیشمار ہے جیسے کہ اللہ تعالی کا یہ قول بیشک اللہ تعالی ایک رائی کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا بیشک اللہ تعالی لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا اور تیرا پروردگار اپنے بندوں

کے لئے ظالم نہیں ہے، اے میرے بندوں میں نے ظلم کو اپنے نفس پر حرام کرلیا ہے (حدیث) اور لیکن عقلی لحاظ سے کیونکہ ظلم منہی کام کا ارتکاب ہے اور

اللہ عزوجل سے اسکا تصور بھی نہیں ہوسکتا کیوں کہ اللہ تعالی تمام امور کا مالک ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے پس عذاب اور درد فرضی طور پر تسلیم کرلینے میں کوئی ظلم نہیں اور اس لئے کہ ظلم چیز کو اپنے محل کے غیر میں رکھنے کو کہتے ہیں اور یہ کام اس ذات کے لئے محال ہے جس نے ہر چیز کو علم کے لحاظ سے گھرا ہوا ہے اور اس سے معلوم ہوگیا کہ یقیناً اللہ تعالی نے اشیاء کو بڑی عمدہ ترکیب میں مرتب فرمایا ہے وہ اس ترتیب کو تبدیل نہ کرے گا اور نہ ہی پھرے گا کیوں کہ اس کے علم وقدرت میں تبدیل و تحویل غیر موجود ہے ورنہ بعض ممکنات کا اس کی قدرت کے احاطہ سے خروج لازم آئیگا اور یہ عاجزی ہے اللہ اس سے بلند وبرتر ہے پس ثابت ہوگیا کہ اللہ کی صفت ظلم لانا محال ہے اور اس کے افعال حکمت کے موافق واقع ہوتے ہیں علامہ عبدالروف مناوی کا کلام ابن رسلان کے فقہ وعقائد والی نظلم کی شرح والی ختم ہوئی، اور ابن ابی شریف حنفی اپنی مسایرہ نامی کتاب جو کہ علامہ ابن الھمام کی کتاب مسامرہ عقائد کے علم میں شرح ہے اس میں فرماتے ہیں اور جانور کے جب احفاف نے محال سمجھا کہ اللہ تعالی تکلیف

ان الحنفیۃ لما استحالو علی اللہ عزوجل تکلیف مالایطاق فہم ای الحنفیۃ لتعذیب المطیع الذی استغرق عمرہ فی الطاعۃ حال کونہ مخالفا لھوی نفسہ فی رضا مولاہ وسببہ امنع ای فالحنفیۃ لتعذیب المطیع المومن الذکور ای انہ اولی بالمنع من تکلیف مالایطاق فہم ای الحنفیۃ مخالفون للاشاعرۃ فی ذلک القائلین بان لہ سبحانہ وتعالی علی ما مر تقریرۃ قال اللہ تعالی لایسال عما یفعل ثم منع الحنفیۃ ذلک بمعنی انہ لایجب علیہ ترکہ کما تقول المعتزلۃ بل بمعنی انہ سبحانہ وتعالی یتعالی عن ذلک لانہ غیر لائق بہ فہو من باب التنزیہات اذ التسویۃ المسی والمحسن امر حسب الذین اجترحوا السیات ان تجعلھم کالذین امنواو عملوا الصلحت سواء محیاہم ومماتہم فجعلہ تعالی ای جعل حکمیہم بانہم کالذین امنواو عملوا الصلحت فی استواء حیاتہم فی البھجۃ والکرامہ حکما سیأا یقبحا وہذا الذی ذکرہ المصنف فی التجویزای تجویز الوقوع

مالایطاق دے پس اس لئے وہ احناف اشاعرہ کے مخالف ہیں جو کہ اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالی مطیع کو عقاب اور عاصی کو ثواب دے سکتا ہے اور یہ اس کا ظلم نہ ہوگا کیوں کہ اللہ تعالی سے ظلم کا صدور محال ہے جیسے کہ ان کی تقریر ہوچکی ہے مثلا اللہ تعالی کا قول نہیں سوال کیا جائیگا اس کے کام سے پھر احناف نے اس معنی کو منع کیا ہے کہ اللہ پر اس کا ترک واجب ہے جیسے کہ معتزلہ نے کہا ہے، بلکہ یہ کام اسے لائق نہیں پس یہ تنزدیھات کے قبیل سے ہے کیونکہ برے اور خود اللہ تعالی نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے کہ یہ قبیح ہے جہاں کے اللہ نے فرمایا ہے کیا خیال کرتے ہیں وہ لوگ جنھوں نے برے اعمال کئے کہ ہم ان کو ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں کی طرح کردیں کہ ان کا مرنا اور جینا برابر ہوجائے جو یہ فیصلہ کرتے ہیں وہ بہت برا ہے پس اللہ تعالی نے ان کے حکم کہ مومنوں اور نیک اعمال والوں کے ساتھ بھجت اور بزرگی میں برابر ہوجائیں، کو برا حکم ٹھہرایا ہے یعنی قبیح حکم اور یہ جو مصنف مسامرہ (ابن ھمام) نے اللہ کا محسن کو عذاب دینے کو جواز کا ذکر کیا ہے یا تو عقلی طور پر ہے، اور نہ جائز کرنا ذکر فرمایا ہے اور یا پھر وقوع اس کا یعنی اس کا وقوع اللہ تعالی سے پس اس کا نہ ہونا یقینی ہے اتفاقا، فرق صرف اتنا ہے کہ اشاعرہ کے ہاں تو اس کا وقوع اللہ تعالی کے وعدہ کے خلاف ہے کیوں کہ اللہ تعالی اپنی

ای وقوع ذلک منہ فمقطوع بعدمہ منہ سبحانہ وتعالی وفاقا غیر انہ عند الاشاعرۃ للوعد بخلافہ فانہ سبحانہ وتعالی وعد فی الکتب المعتزلۃ وعلی السن رسلہ باثابۃ المطیع ای ووعدہ حق لاخلف فیہ وعند الحنفیۃ لذلک الوعد والقبح خلافہ ای خلاف الموعود من الاثابۃ وقد تقدم ان محل الاتفاق فی الحسن والقبح العقلیین ای ادراک العقل قبح الفعل ای صفۃ النقص وحسنہ بمعنی صفۃ بمعنی صفۃ الکمال وکثیرا ما یذہل اکابر الاشاعرۃ عن ذلک النزاع فی مسالتی التحسین والتقبیح لکثرۃ مافی النفسہم انہ لاحکم للعقل بقبح ولاحسن فذہب لذلک عن خاطرہم محل الاتفاق وہوا الحسن بمعنی صفۃ الکمال والقبح بمعنی النقص انتہی کلام ابن ابی شریف فی المسایرہ مع شرحہ الممی بالمسایرۃ۔

لکن قول الحنفیۃ لانہ خلاف الموعود یعنی لانہ وعد سبحانہ وتعالی اہل طاعتہ بالثواب واہل المعاصی بالعقاب فوعدہ تعالی صدق لاخلف فیہ فہذا القول من الحنفیۃ صحیح من ان وعدہ

منزل کتابوں اور رسولوں کی زبانوں سے وعدہ فرمایا کہ وہ مطیع کو ثواب دے گا اور اللہ کا وعدہ حق ہے اس میں خلاف نہیں ہے اور حناف کے ہاں وعدہ خلافی کے لئے وقوع معدوم ہے اور اللہ کے برابری کو قبح سمجھنے کے لئے کیونکہ وعدہ تو ثواب کا دیا گیا ہے اور تحقیق گزر چکا ہے کہ عقلی حسن وقبح کا محل اتفاق، یعنی عقل کا فعل کے نقص کو پالینا یعنی اس کے نقص کو پالینا مراد ہے اور اس فعل کے حسن کو پالینا اس مراد اس کی صفت کمال کو پالینا ہے اور اکثر دفعہ بڑے بڑے اشاعرہ تحسین و تقبیح کے جھگڑے میں غفلت سے کام لیا ہے کیونکہ ان کے نفوس میں عام طور پر یہ چیز ہے کہ عقل کو اشیاء کے حسن وقبیح میں کوئی حکم نہیں پس اس وجہ سے ان کے دلوں سے محل اتفاق نکل گیا اور وہ ہے جن صفت کمال کے معنی میں ہے اور قبح نقص کے معنی علامہ ابن ابی شریف کا کلام علامہ ابن ھمام کی کتاب مسامرہ کی شرح مساھرہ میں ختم ہوگیا، لیکن حنفیہ کا یہ کہنا کہ ظلم کا وقوع معدوم ہے کیونکہ یہ موعود

کے خلاف ہے یعنی اللہ تعالی نے مطیع کے ثواب اور عاصی کے عقاب کا وعدہ فرمایا ہے پس اللہ کا وعدہ سچا ہے اس میں خلاف نہیں ہے پس یہ احناف کا قول بالکل صحیح کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے

تعالی صدق لاخلف فیہ لکن لیس تمام ذلک بواجب علیہ تعالی بل بمحض الفضل والکرم لابمعنی الوجوب کما تقولہ المعتزلۃ لانہ لایجب علیہ لاحد شی فلوعذب جمیع عبادہ الطائعین وانعم علی العاصین فعدل منہ ولایوصف بالظلم بذلک لان الجمیع ملک یدہ وتحت قھرہ بفعل فیھم مایشاء لایسال عما یفعل ولکنہ قداخبر انہ لایفعل ذلک فضلا منہ واحسانا الی عبادہ المومنین لاان ذلک واجب علیہ سجانہ وتعالی کما تقولہ المعتزلۃ اذلایجب لاحد علیہ شی فالنجاۃ من العذاب والفوز بالجنۃ انما ھو رحمۃ اللہ عزوجل لابالاعمال واماقولہ فذھب عن خاطر الاشاعرۃ محل الاتفاق وھوالحسن والقبح بمعنی صفۃ الکمال وصفۃ النقص فالجواب ان الاشاعرۃ لایمیلون الی ھذہ القاعدۃ وکذا المحققون من الحنفیۃ وانما یمیل الیھا من الحنفیۃ من وافق رایہ رای المعتزلۃ قال العلامۃ العینی فی شرحہ علی البخاری فی باب قول اللہ عزوجل ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین حیث ذکر

اس میں خلاف نہیں، بلکہ محض اس کے فضل وکرم کے ساتھ ہے نہ کہ وجواب کے معنی کےلئے جیسے کہ معتزلہ کا کہنا ہے کیونکہ اس پر کسی کےلئے کوئی شئ واجب نہیں ہے پس اگر وہ اپنے تمام مطیع وفرمان بردار بندوں کو عذاب کرے اور عاصیوں پر انعام کرے پس یہ اس کا عدل ہوگا اور وہ ظلم کے ساتھ موصوف نہ ہوگا اس وجہ سے کیونکہ ہر ایک چیز اس کے دست قدرت کا ملک اور اس کے تسلط میں ہے ان میں جو چاہے کرے لیکن اس نے خود ضروری ہے کہ وہ ایسے کرے گا نہیں اپنے مومن بندوں پر فضل اور احسان کرتے ہوئے نہ یہ کہ اس پر واجب ہے جیسے کہ معتزلہ کا کہنا ہے کیونکہ اس پر کسی کےلئے کوئی شئ واجب نہیں ہے پس عذاب سے نجاۃ اور جنت سے کامیابی پانا صرف اللہ کے فضل کیوجہ سے ہے نہ کہ اعمال کیوجہ اور لیکن ابن ابی شریف کا کہنا، کہ اشاعرہ کے دل سے محل اتفاق چلا گیا ہے یعنی حسن وقبح صفت کمال اور نقص کے ساتھ پس اس کا جواب یہ ہے کہ اشاعرہ اس قاعدے کی طرف مائل ہی نہیں ہوتے، اور اسطرح احناف سے محقق علماء بھی نہیں مائل ہوتے، اور حنفیہ سے تو صرف وہی لوگ اس قاعدے کی طرف مائل ہوتے ہیں جو معتزلہ کہ موافق ہوتے ہیں علامہ عینی اپنی بخاری شریف کی شرح میں فرماتے ہیں اللہ کے قول اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ والے باب میں جہاں کے امام بخاری نے یہ حدیث ذکر کی ہے

البخاری حدیث واما النار فان اللہ ینشئ لھا من یشاء الی یخلق لھا ویوجرلھا

وقال القابسی المعروف فی ھذا الحدیث ان اللہ ینشئ للجنۃ واما النار فیضع فیھا قدمہ قال ولااعلم فی شئ من الاحادیث ینشئ للنار خلقا کما فی مسلم وقیل ھذا وھم من الراوی اذتعذیب غیر الواصی مخالب لکرم اللہ عزوجل بخلاف الانعام علی المطیع قال الکرمانی ولا محذورفی تعذیب اللہ عزوجل من لا ذنب لہ اذالقاعدۃ القابلۃ بالحسن والقبح المقلیین باطلۃ فلوعذب اللہ المطیع لکان عدلا والانشاء للجنۃ لاینامی الایشاء للنار واللہ یفعل مایشاء فلاحاجۃ الی الحمل علی الوھم انتھی کلام العینی بلفظہ۔

وقال العلامۃ المحقق علی القاری فی شرح المشکوۃ کما تقدم فی الحدیث ارشاد عظیم لاذالۃ ماطلب منہ لانہ یھدم قاعدۃ الحسن والقبح العقلیتین انتھی۔ ویمثل ذلک ذکر ابوالحسن السندی فی حاشیتہ علی سنن ابن ماجۃ کما تقدم فی شرحہ حدیث ابن الدیلمی السابق صریح ایضاء اللہ اعلم وحدیث

اور لیکن آگ پس اللہ تعالی اس کےلئے جن کو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے یعنی اس کےلئے ان کو موجود کر دیتا ہے (حدیث) فرماتے ہیں، کہ کہا قابسی نے کہ مشہور تو اس حدیث میں یہی ہے کہ بیشک اللہ تعالی پیدا کرے گا جنت کےلئے اور لیکن آگ اس میں اللہ تعالی اپنا قدم مبارک رکھیں گے وہ فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ آگ کےلئے مخلوق کو پیدا کیا گیا ہو جیسے کہ مسلم شریف میں ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ راوی کا وہم ہے کیونکہ مطیع کو عذاب دینا اللہ عزوجل کے کرم کے منافی ہے بخلاف انعام کرنے کے مطیع پر کرمانی کہتا ہے اللہ تعالی کے بیگناہ کو عذاب دینے میں کوئی ڈر نہیں کیونکہ حسن وقبح عقلی کو قبول کر ینوالا باطل ہے پس اگر اللہ تعالی مطیع کو عذاب دے تو انصاف ہوگا اور جنت کےلئے پیدا کرنا آگ کےلئے پیدا کرنے کے مخالف نہیں ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے پس اسے راوی کے وہم پر حمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں علامہ کا کلام انہی کے الفاظ میں ختم ہوا اور علامہ محقق ملا علی قاری مشکوۃ کی شرح میں فرماتے ہیں، جیسے گزر چکا ہے کہ حدیث میں اس کے مطلوب کےلئے بڑی راہنمائی ہے کیونکہ یہ عقلی حسن وقبح کے قاعدہ کو منہدم کر دیتا ہے (ختم ہوا کلام) اور اس طرح علامہ ابوالحسن سندھی نے ابن ماجہ کے حاشیہ پر فرمایا ہے جیسے دیلمی کی حدیث گزشتہ کی تشریح بھی صریح گزر چکا ہے اور اللہ زیادہ

ابن الدیلمی السابق مریح فی انہ لایجب لاحد من العباد علی اللہ شئ وکذلک الحدیث الوارد فی القدر وفیہ وان تومن بالقدر خیرہ وشرہ من اللہ ایضا فقد انتی بمضمون حدیث ابن الدیلمی ابی بن

كعب حذيفة و

عبدالله بن مسعود و عمران بن حصين وصرح برفعه الى النبى صلى الله عليه وسلم زيد بن ثابت رضى الله عنه ولم نقف ان احدا من الصحابة خالفهم فى ذلک وقد قال الحافظ بن حجر فى فتح البارى كتاب الاعتصام فيتبع فى النوازل الكتاب ثم السنة فاذا لم يوجد فما قاله الصحابة رضى الله عنهم اذ هم بكتاب الله اعلم ونزل بلسانهم وقد وجد بحمد الله فى هذه المسالة ما قاله بعض الصحابة فلو كان لهم فى ذلک مخالف لنقل والاصل عدمه فما افتى به المذكورون من الصحابة واعتقدوه وارتضوه لانفسهم هو اللائق بالاعتقاد وعدم الالتفات الى ماسواه والايات القرانية والاحاديث النبوية

عالم ہے اورابن الدیلمی کی سابقہ حدیث اس معاملہ میں صریح ہے کہ بیشک بندوں میں سے کسی ایک کےلئے اللہ پر حق واجب نہیں ہے اوراس طرح تقدیر والی حدیث ہے اوراس حدیث میں بھی ہے کہ تو بری اور بھلی تقدیر پر ایمان لائے اورابن الدیلمی کی حدیث کے مضمون کے ساتھ ابی بن کعب۔ حذیفہ عبداللہ بن مسعوداور عمران بن حصین نے بھی فتوی دیا ہے اور حضرت زید بن ثابتؓ نے اس کے مرفوع ہونے کے ساتھ تصریح فرمائی ہے اور پتہ نہیں چلاکہ ان کی صحابہؓ سے کسی نے مخالفت کی ہواور تحقیق الحافظ بن حجر بھی فتح الباری کتاب الاعتصام میں فرماتے ہیں کہ پس اتباع کرے انسان کتاب اللہ کی پھر سنت رسول اللہ ﷺ کی پس جب یہ دونوں معدوم ہوں پس صحابہ کے اقوال (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کیوں کے وہ کتاب اللہ کوزیادہ جانتے ہیں اورانہی کی زبان میں اترا ہے، اورالحمداللہ اس مسئلہ میں صحابہ کے اقوال پائےگئے ہیں، پس اگران کا کوئی اس معاملہ میں مخالف ہوتا توضرور منقول ہوتا، اوراصل معدوم ہی ہے پس جومذکور صحابہؓ نے فتوی دیا ہے اور جس کے معتقد ہیں اوراپنےلئے جس کو پسند کیا ہے وہ اعتقاد کے لائق ہے اوراس کے علاوہ کسی چیز کی طرف التفات نہ کرنا اور قرآنی آیات اوراحادیث نبویؐ صریح ہیں کہ اللہ عزوجل کی مشیت اپنے تمام ارادوں میں ہے

المصرحة بان المشية لله عزوجل فى جمع مايريد توید حدیث ابن الدیلمی وتقوية على فرض عدم صلاحية للاحتجاج والافقد تقدم انه قابل للاحتجاج به والله عزوجل اعلم-

واما قول بعضهم ان اهل السنة فرقتان فغير خائف ان اهل السنة هم المتمسكون بما صح فى كتاب الله عزوجل وسنة رسوله صلى الله عليه وسلم وماجاء عن الصحابة رضى الله عنهم ولاالتفات الى ماخالف ذلک- وان حل قدره فانه ليس لهم فى ذلک الامفاهيم فهوليست بحجة فى مقابلة النص الصريح فى القران والحديث بان المشية لله عزوجل فى جمع مايريده فالواجب على من يزعم انه من اهل السنة العمل بما صح فى كتاب الله وسنة رسول صلى الله عليه وسلم والقيام بمايجب لله عزوجل وانه يفعل مايشاء لانه مالک الامر على الاطلاق بيده الملک لامانع لما اعطى ولامعطى لما منع ولا

ابن الدیلمی کی حدیث کی تائید کرتی ہے اوراس کو تقویت پہنچاتی ہیں اگر بالفرض اس حدیث کو قابل احتجاج تسلیم کریں ورنہ گزرچکا ہے کہ یہ قابل احتجاج ہے اوراللہ عزوجل زیادہ عالم ہے، اور لیکن بعض کا قول کے اہل سنت کے دو فرقے ہیں پس یہ چیز ڈرانے والی نہیں ہے بیشک اہل سنت ہی صیح کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ اوراقوال صحابہؓ کو مضبوط پکڑتے ہیں اورجواس کے مخالف ہیں اس کی طرف التفات نہیں ہے اگرچہ اس کی قدرت کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو کیونکہ ان کےلئے چند مفاہیم کے علاوہ کچھ نہیں ہے انہوں نے انہیں سمجھاہے وہ نص صریح کے مقابلہ میں دلیل نہیں ہے جو قرآن وحدیث میں ہے کہ بیشک اللہ کی مشیت اس کے ہر ارادہ والے کام میں ہے پس ہر وہ انسان جوگمان کرتا ہے کہ وہ اہل سنت سے ہے اس پر واجب ہے عمل کرنا کتاب اللہ اورسنت رسول اللہ سے صیح ہواور عمل کرنا اس پر جسے اللہ تعالی واجب کرے اوربیشک اللہ تعالی جوچاہے کرتا ہے کیونکہ وہ مطلق طور پر تمام امور کا مالک ہے اس کی عطا کو کوئی روکنے والا نہیں اوراس کی منع کردہ کوکوئی دے نہیں سکتا اور کسی کے بندھلئے اس پر کوشئ واجب نہیں ہے بلکہ وہی کام کرنیوالا، مختار کل، اورجوارادہ کرے اس پر کام کرنیوالااورجواس کے خلاف کہتا ہے اس کی طرف کوئی التفاف نہیں ہے اورنہ ہی

شئ يجب عليه لاحد من عباده بل هوالفاعل المختار الفعال لمايريد وعدم الالتفات الى من يقول بخلاف ذلک ولاالى من يقول بقاعدة الحسن والقبح العقليين فانها كما تقدم قاعدة باطلة لادليل عليها من الكتاب والسنة وقدغرق فى بحرها من قال بها وارتضاها فانها ليست من دلائل الشرع بل الدليل ماوردبه السمع من الكتاب والسنة فاياک ايها الاخ الصادق والخوض فى هذه لامسائلة عليک بكف لسانک وقلبک فيها فانها ليست من المسائل الضرورية التى عليها المعول وعليک بالتمسک لظاهر الكتاب والسنة من الدلالة على ان المشية لله عزوجل فى جميع مايريد لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ مايشاء دعواكل قول بعدقول الهنا- فما امن فى دينه بخاطر واسال الله ان يوفقنا لمايحبه ويرضاه وان يسئلک بالجميع طريق النجاة والحمدلله رب العالمين وحسبنا الله ونعم الوكيل ولاقوة الابالله العلى العظيم وصلى الله على خير خلقه سيدنا محمد خاتم الانبياء والمرسلين وعلى اله صحبه اجمعين- والتابعين لهم باحسان الى يوم الدين امين-

اس کی طرف التفات ہے جو عقلی حسن وقبح کو تسلیم کرتا ہے کیونکہ یہ قاعدہ جیسے مذکورہ باطل ہے کتاب وسنت سے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور جس نے اس قاعدہ کا اعتقاد رکھا وہ

اس کے سمندر میں غرق ہوگیا اور جس نے اسے پسند فرمایا کیونکہ یہ دلائل شرعیہ سے نہیں ہے بلکہ دلیل وہی ہے جو کتاب وسنت سے سنی گئی ہو پس اے سچے بھائی اس سے بچتے رہنا اور اس میں داخل ہونے سے بچنا اور زبان وقلم کو اس میں کلام کرنے اور لکھنے سے پکڑے رکھنا کیونکہ یہ کوئی مسائل ضروریہ سے نہیں ہے جن پر اعتبار ہوسکے اور ظاہر کتاب وسنت جس پر دلالت کرتے ہیں اسے لازم پکڑو، کہ بیشک اللہ کی مشیت اس کے ہر اس کام میں ہے جس کا ارادہ کرے اس کے کام سے سوال نہ ہوگا اور جو چاہے کرے

شعر : ا۔ ہمارے معبود کے قول کے سوا ہر قول کو چھوڑ دو پس اللہ کے دین میں خطرے کی جگہ میں رہ کر کوئی ایمان نہیں لایا اور میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ ہمیں اپنی محبوب وپسندیدہ توفیق دے اور تمام کو طریق النجاۃ پر چلائے اور سب تعریفیں پروردگار جہان کے لئے ہیں اور ہمیں کافی ہے اور بڑا اچھا کارساز ہے اللہ بڑے اور بلند کے بغیر طاقت نہیں ہے اور اللہ تعالی مخلوق سے بہتر خاتم الانبیاء والمرسل محمد ﷺ ان کے تما صحابہؓ وال اوراحسان کے ساتھ قیامت تک ان کے تابعداروں پر رحمت کرے اللہ قبول کر

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاوی علمائے حدیث

جلد 10 ص 146-193

محدث فتویٰ